شعبہ
تعمیر و ترقی
دار العلوم ندوۃ العلماء
لکھنؤ

تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

ایڈیٹر سید محمد الحسنی
معاون سعید الاعظمی ندوی

۲۹ صفر ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۰ جولائی ۱۹۶۴ ع

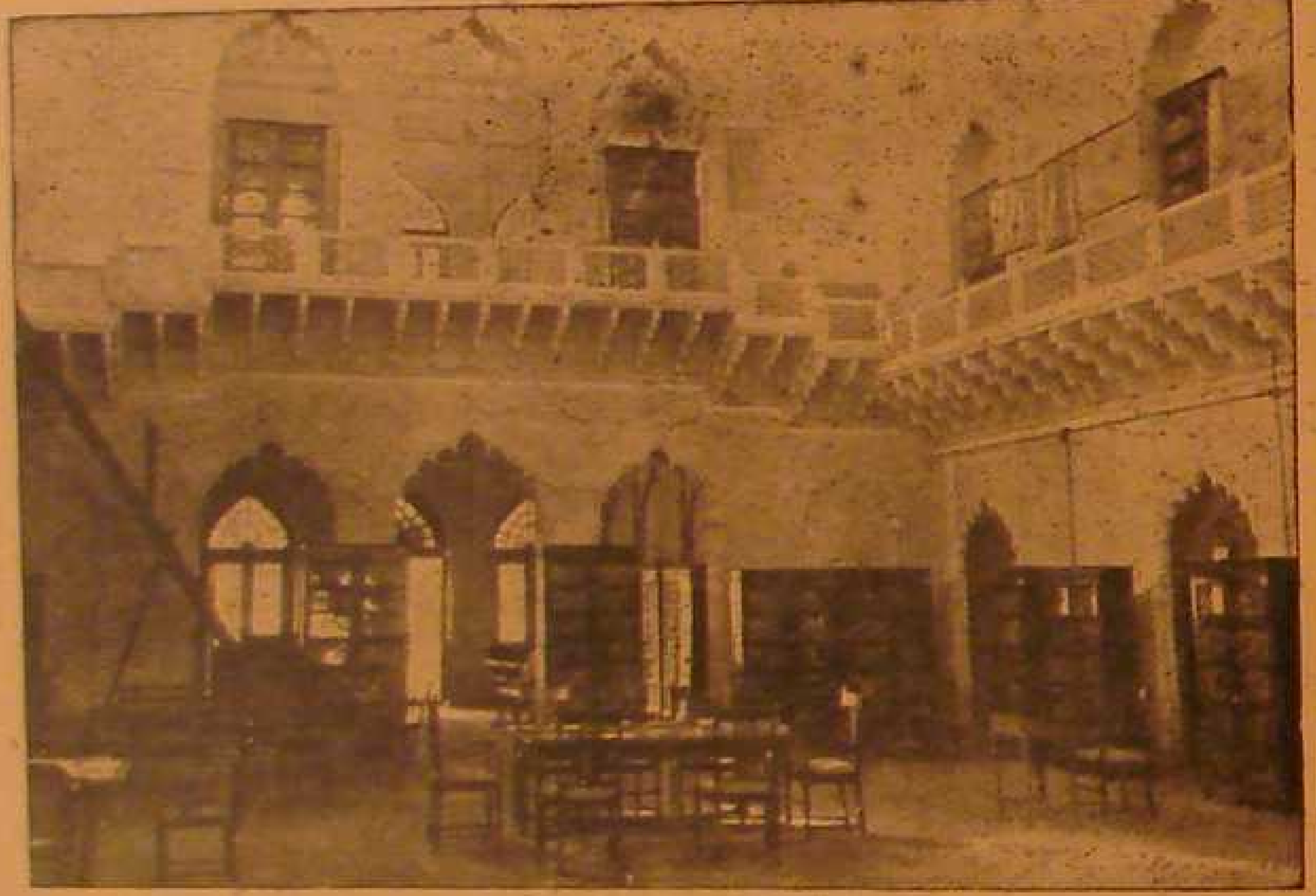

ندوۃ العلماء کے کتب خانہ کا ایک حصہ

سالانہ چندہ ۵ روپے

کر سکتے نہیں جو اپنے زمانے کی امامت
وہ کہنہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو
اقبال

فی پرچہ ۲۵ پیسے

Regd No L - 1981
Phone No 22

TAMEER-E-HAYAT

DARULULOOM NADWATULULAMA LUCKNOW (INDIA)

نورانی تیل
درد، زخم، چوٹ، ورم کی بہترین دوا
انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن، یوپی

مکتبہ دار العلوم کی دوسری مطبوعات

تمرین الصرف ۰ تمرین النحو

جب ہمارے مدارس میں کم عمر کے طلبہ داخل ہونے لگے ہیں، پڑھانے والوں کو اسکا احساس ہونے لگا ہے کہ صرف و نحو کی پرانی کتابیں ان کے سن و سال، ذہن و طبیعت کیساتھ مناسبت نہیں رکھتیں، دار العلوم نے اسی بات کے پیش نظر بچوں کیلئے صرف و نحو کا نیا نصاب تیار کرنیکا کام شروع کر دیا ہے اور اسکی دو کتابیں تمرین الصرف و تمرین النحو طبع ہو چکی ہیں، یہ دار العلوم کے فضلاء، مولانا محمد مصطفےٰ ندوی، مولانا عبد الماجد ندوی، مولانا معین اللہ ندوی نے مرتب کیا ہے۔ قیمت بالترتیب ۱۲/ ، ۱۲/

سیرت حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ

از: سید محمد الحسنی، مدیر "البعث الاسلامی" و "تعمیر حیات"

پیش نظر کتاب میں مولانا سید محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ بانی ندوۃ العلماء کی سیرت اور انکی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ندوۃ العلماء جیسی حیات آفریں تحریک کا قیام، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا شاندار دور نظامت، سلوک و تربیت اور عمومی بیعت و اصلاح کے ذکر کے ساتھ ساتھ رد عیسائیت، بہار میں فتنۂ قادیانیت کے استیصال پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے اور اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ مولانا کی سیرت کے ساتھ ندوۃ العلماء کی مختصر تاریخ بھی نظروں کے سامنے آجائے، کتاب مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کے مقدمہ سے مزین ہے!

ESTD. 1903

قدرتی تیل
جوڑ دکھنے، درد، زخم، چوٹ، موچ، کٹنے، جلنے میں مفید ہے
کارخانہ دار الصحت مئوناتھ بھنجن یوپی

Cover Printed at Nadwa Press LUCKNOW.

مجلس کی چند اردو مطبوعات

ہندوستانی مسلمان

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ہندوستان کی تاریخ میں مسلمانوں کا کردار، ان کے شہرہ آفاق علمی و تعمیری کارنامے، جنگ آزادی میں قیادت اور رہنمائی، انکے موجودہ مسائل، یہ کتاب درحقیقت سینکڑوں کتابوں کا خلاصہ ہے۔

قیمت: ۳ روپیہ ۵۰ نئے پیسے

انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر!

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

اسلام نے مسلمانوں کو پوری انسانیت کی ذمہ داری سونپی تھی، اسلام کے تنزل سے مسلمانوں کو تو نقصان پہونچنا ہی تھا لیکن اسلام کا زوال پوری دنیا کا زوال ہے، فاضل مؤلف نے اس کتاب میں دنیا کی توجہ اسی زوال کی طرف مبذول کرائی ہے

قیمت: ۴ روپے ۵۰ نئے پیسے

مقالاتِ سیرت

ڈاکٹر محمد آصف قدوائی، ایم اے، پی ایچ ڈی

فاضل مصنف نے اس کتاب میں سیرت محمدی کا خلاصہ اور عطر پیش کیا ہے، ساری کتاب شستہ اور شگفتہ ہے، طرز بیان سادہ اور موثر ہے، اور تعلیم یافتہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مطالعہ کے قابل، کتابت اور طباعت دیدہ زیب!

قیمت مجلد مع گرد پوش ۴ روپے ۵۰ نئے پیسے

طوفان سے ساحل تک

از محمد اسد (سابق لیوپولڈ ویس)

ترجمہ محمد الحسنی (مدیر البعث الاسلامی)

اس کتاب میں مغربی زندگی کے اس طوفان کی تصویر پیش کی گئی ہے جس سے گزر کر محمد اسد صاحب قلبی و روحانی سکون کے ساحل تک پہونچے اور ایمان سے بہرہ یاب ہوئے، اس میں مغربی تہذیب کی مکمل تصویر بھی ہے اور اسلامی معاشرہ کی خصوصیات بھی!

قیمت مجلد پانچ روپیہ

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

پندرہ روزہ

تعمیر حیات لکھنؤ

شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء

جلد ۲ | ۱۰ جولائی ۱۹۶۴ء مطابق ۲۹ صفر ۱۳۸۳ھ | شمارہ ۱۷

اس شمارے میں

خود اعتمادی کی ضرورت ... ... سعید الرحمٰن الاعظمی ... ۱

قرآن کا پیام ... ... مولانا محمد اویس نگرامی ندوی ... ۳

مولانا سید خواجہ احمد نصیرآبادیؒ ... ... مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ... ۴

بعض رائج الوقت اصطلاحیں ... ... مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی ... ۵

ہمت اور صرف ہمت ... ... وحید الدین خاں ... ۷

قوم سبا ... ... مولانا محمد رابع ندوی ... ۸

ایک دن خونِ شہیداں رنگ لائیگا ضرور ... ... مولانا سید محمد ثانی حسنی ... ۹

اسلامی جہاد اور اسکی حقیقت ... ... حبیب الرحمٰن ندوی ... ۱۰

نواب سید نور الحسن خانصاحب ... ... قاری رشید الحسن الحسینی ... ۱۱

تھوڑی دیر اہل حق کے ساتھ ... ... محمد یونس نگرامی ندوی ... ۱۳

چو مرگ آید تبسم بر لب اوست ... ... تنویر الحسن صدیقی ندوی ... ۱۴

دلچسپ معلومات ... ... ادارہ ۱۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خود اعتمادی کی ضرورت

سعید الرحمٰن الاعظمی

مسلمان اس وقت جن مسائل سے دوچار ہیں ان کی اہمیت سے شاید ہی کسی کو انکار ہو سکے، یہ مسائل ہمیشہ پیش آنے والے دوسرے نت نئے مسائل کی طرح نہیں ہیں کہ ان سے سرسری طور پر گذرجانا کافی ہو، اور نہ محض رسمی طور پر کسی کانفرنس یا کنونشن کے ذریعہ ان کو حل کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ یہ بات رسمی کانفرنسوں اور تقلیدی جلسوں سے بہت آگے بڑھ چکی ہے۔

ہم جس مرحلے سے گذر رہے ہیں وہ ایک فیصلہ کن مرحلہ ہے، اس وقت ہماری ذرا سی غلطی یا غفلت آئندہ نسلوں کی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہو سکتی ہے اور ہمیشہ کے لئے ذلت و غلامی کے طوق میں ہم جکڑے جا سکتے ہیں۔

اس وقت ہندوستان میں متعدد ایسی جماعتیں اور پارٹیاں سرگرم عمل ہیں، جو مسلمانوں کے وجود کو بھی کسی قیمت پر گوارا کرنے کے لئے تیار نہیں، وہ اپنی انتہا پسندی اور بیحد خطرناک قسم کی تنگ نظری کے نتیجہ میں مسلمانوں کو ایک بدیسی اور دخیل قوم تصور کرتی ہیں انکے نزدیک مسلمان ملک کے دستوری حقوق سے متمتع ہونے کا کسی حال میں مستحق نہیں ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ مسلمان اس ملک کو خالی کردیں ورنہ پھر ان کو اکثریت کے ساتھ اس طرح رہنا ہوگا کہ وہ ان سے کسی حال میں مختلف نہ ہوں، زبان، کلچر، رسم و رواج حتیٰ کہ مذہب تک میں ان کے پابند بنکر رہیں۔ اور اپنی پوری زندگی کو اکثریت کی زندگی کے رنگ میں رنگ دیں، دوسرے الفاظ میں وہ نام کے خواہ مسلمان کہلائیں لیکن دراصل وہ ہندو ہوں اس لئے کہ ہندوستان خالص ہندوؤں کا ملک ہے؟

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

اس وقت ملک میں علانیہ یہ تحریک چل رہی ہے اور بعض علاقوں میں ہندو مہاسبھا اور جن سنگھ کی طرف سے کھل کر یہ نعرہ لگایا جارہا ہے کہ مسلمان ملک چھوڑدیں، اس سلسلہ میں کانفرنسیں منعقد کی جارہی ہیں اور اس مسئلہ کو فوری طور پر حل کرنے کے لئے حکومت پر دباؤ ڈالنے وغیرہ کی تجویزیں پاس ہو رہی ہیں، کہیں دستخطی مہم کا آغاز ہورہا ہے تو کہیں مسلمانوں کو دھمکایا جارہا ہے اور ان سے اس طرح کی باتیں کہی جارہی ہیں کہ وہ خود ہی ہراساں ہوکر پاکستان یا کہیں اور چلے جائیں۔

لیکن سوچنے کی بات ہے کہ کیا مسلمانوں کا اس ملک سے نکل جانا اتنا ہی آسان ہے جتنا کہ یہ فرقہ پرست اور متعصب و تنگ نظر جماعتیں

سمجھ رہی ہیں؟ کیا وہ مسلمان جس نے جنگ آزادی میں سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے اور ملک کو غداری سے نجات دلانے کے لئے ایک صدی سے زیادہ تک مسلسل جنگ کی ہے اور اپنے خون سے ملک کے ایک ایک ذرہ کو سینچا ہے، وہ مسلمان "ملک چھوڑو" جیسے بیہودہ نعروں سے مرعوب ہو کر ہندوستان کو جو اسکا ملک ہے اور جس کے چپہ چپہ پر اس کا پورا حق ہے اتنی آسانی سے چھوڑ کر چلا جائے گا جتنی آسانی سے اُن فرقہ پرور عناصر نے اس کا نعرہ بلند کیا ہے؟

اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنا موقف متعین کریں، اور حکومت کے سامنے اپنی پوزیشن کو نہایت واضح الفاظ میں پیش کرنے کی عادت ڈالیں اور صاف صاف اس بات کا اعلان کریں کہ مسلمانوں کا حق اس ملک کے ایک ذرہ ذرہ پر اتنا ہی ہے جتنا کسی اور قوم یا جماعت کا ہو سکتا ہے۔ وہ ملک کے تمام مسائل وحالات اور ہر نشیب و فراز میں برابر کے شریک ہیں، اور ان کو یہاں کی تمام روایات وخصوصیات اور تمام مسائل ومشکلات میں حصہ لینے اور اس کے لئے سوچنے کا پورا پورا حق حاصل ہے، یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ مسلمان ان بزدلانہ حرکتوں اور آگ وخون کی داستانوں سے متاثر ہو کر ایک بزدل اور کمزور قوم کی طرح اپنی سارے ملکی وملی آثار کو چھوڑ کر چلے جائیں، یا یہاں رہ کر اپنی تمام دینی اور روایتی خصوصیات سے عاری ہو کر اکثریت کے رنگ میں رنگ جائیں۔ اور ہر ظلم و ناانصافی کے آگے سر جھکا دیں اور ہر ستم پیشہ اور جفا شعار کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔

اس حقیقت کے اظہار میں ہم کو ایک لمحہ کے لئے بھی تردد نہ ہونا چاہئے کہ مسلمانوں کو یہاں بحیثیت مسلمان بنکر رہنا ہے اور اپنی تمام اسلامی خصوصیات اور دینی وملی روایات سے وابستہ رہ کر اور ان پر عمل پیرا ہو کر رہنا ہے، ہماری سب سے بڑی کمزوری اور ذلت ورسوائی کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ہم اپنی اکثر اسلامی خصوصیتوں سے عاری ہو گئے ہیں، دینی امور میں ہم بیحد کمزور ہو کر رہ گئے ہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم کو ڈرانے والے ڈرا رہے ہیں۔ نکالنے والے نکالنے کی سازشیں کر رہے ہیں، اور ہم حکومت سے رحم کی اپیل کر رہے ہیں، انصاف کی بھیگ مانگ رہے ہیں مساوات اور سیکولرازم کے نام پر اس کو دہائی دے رہے ہیں اور ہر وہ کام کرنے پر آمادہ ہیں جو ایک مسلمان کیلئے ننگ وعار بلکہ ذلت وغلامی کے مرادف ہے۔

اگر ہم کو من حیث القوم زندہ رہنا ہے، اور اپنا بلند منصب دنیا سے تسلیم کرانا ہے تو ہم کو ان حقیر وذلیل حرکتوں سے باز آنا ہوگا، انصاف کی بھیگ مانگنا، رحم کی اپیل کرنا انسانیت کا واسطہ دینا اور ذلت کی اس حد تک پہونچ جانا جہاں ہم چوہے بلیوں کی طرح قتل کر دیئے جائیں اور کیڑے مکوڑوں کی طرح مسل دیئے جائیں، کسی خود دار، اور باعزت قوم کا شیوہ ہرگز نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ مسلمان قوم کا جو دنیا کی سب سے اعلیٰ وارفع قوم ہے اور جس کا منصب اس دنیا میں خلافت الٰہی کا وہ عظیم منصب ہے جس پر فرشتوں کو بھی رشک آتا ہے۔

ہمارے مسائل کا حل صرف خدا پر صحیح بھروسہ اور خود اعتمادی میں مضمر ہے۔ ہم کو اگر زندہ رہنا ہے اور عزت کی زندگی گذارنا ہے تو ہم کو مسلمان قوم کا صحیح اور مکمل نمونہ بننا ہوگا، ایمان اور غیرت کی دبی ہوئی چنگاری کو پھر سے روشن کرنا ہوگا، اسلامی خصوصیات وروایات سے سرتابی کے بجائے ان کو اپنانا ہوگا، اور دنیا کو یہ بتانا ہوگا کہ اسلام ایک مثالی اور مکمل مذہب ہے جسکے ماننے والے بھی مثالی اور مکمل ہوتے ہیں، ہمکو اپنی ہر چیز میں تبدیلی کرنی ہوگی، رفتار وگفتار میں، لباس وپوشاک میں شکل وصورت میں، دوکان ومکان میں، جب تک ہماری ہر چیز اور ہر بات اسلامی زندگی کا مکمل نمونہ نہ ہوگی، دوسری قومیں ہم سے متاثر نہیں ہو سکتیں اور نہ ہم کو قابل اعتنا سمجھ سکتی ہیں۔

آج اگر ہم اپنی مجموعی زندگی کا جائزہ لیں تو ایک دو فیصدی بھی اسلامی زندگی کا کوئی حصہ اس میں نظر نہیں آئے گا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم مسائل کو صرف اسباب ووسائل کی راہ سے سوچتے ہیں، وسائل ہی کو ہم نے کامیابی اور ناکامی کا معیار تصور کر لیا ہے اور اسی نہج پر سوچنے کے ہم عادی ہو گئے ہیں، ایمان کی قوت، خدا پر بھروسہ کی وہ عظیم طاقت جو مسلمانوں کا اصل سرچشمہ ہے ہمارے اندر موجود نہیں رہی اور اسی چیز کے فقدان نے ہم کو آج اس سطح پر پہونچا دیا ہے جہاں سے ہم کو بجز مادیت اور ظاہری اسباب ووسائل کے اور کچھ نظر نہیں آتے

موجودہ حالات کے پیش نظر مسلمانوں نے اگر کوئی کنونشن یا کانفرنس منعقد کی تو بلاشبہ اس کے اثرات نتیجہ خیز ہو سکتے ہیں لیکن اپنی داخلی اصلاح اس کے ساتھ بیحد ضروری ہے۔ قلب وباطن جب تک صحیح نہ ہوگا اور اسلامی خصوصیات اور اپنی ملی روایتوں کو جب تک ہم نہیں اپنائیں گے اور اپنے وطن میں رہنے کا جب تک ہم عزم مصمم نہیں کریں گے اس وقت تک پوری کامیابی ناممکن ہے۔۔ قرآن مجید کا یہ ارشاد اسی حقیقت کی طرف رہنمائی کرتا ہے:

واوحینا الی موسی واخیہ ان تبوّا لقومکما بمصر بیوتا، واجعلوا بیوتکم قبلۃ واقیموا الصلوٰۃ، وبشر المؤمنین

(سورہ یونس ع ۱۳)

(ترجمہ) "اور حکم بھیجا ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی کو کہ مقرر کرو اپنی قوم کے واسطے مصر میں گھر، اور بناؤ اپنے گھروں کو قبلہ رو، اور قائم کرو نماز، اور خوشخبری دو ایمان والوں کو۔"

اپنے وطن میں رہنے اور گھر بنانے اور گھروں کو قبلہ رو بنانے کا حکم اس لئے دیا جا رہا ہے تاکہ وہ اسلامی گھر کی علامت سمجھی جائے اور اس کے بعد نماز قائم کرنے کا حکم ہے،، اگر ہم غور کریں تو صاف ظاہر ہوگا کہ قوموں کی زندگی وموت کا سب سے بڑا انحصار انکی قومی وملی روایات وخصوصیات پر ہے۔ اگر انھوں نے اپنی ان خصوصیات کو پس پشت ڈال کر اور اپنا قومی ومذہبی امتیاز ختم کر کے دوسروں کی زندگیوں کو رشک کی نگاہ سے دیکھا یا اپنی روایات کو بالائے طاق رکھ کر غیروں میں اس طرح گھل مل گئے کہ ان کا امتیازی نشان جاتا رہا تو بلاشبہ یہ زندہ قوموں کی علامت نہ ہوگی اور نہ ایسی قومیں دنیا میں اپنا کوئی مقام پیدا کر سکتی ہیں۔

ہر اقدام سے پہلے ہم کو یہ طے کر لینا ہے کہ ظاہر وباطن دونوں حیثیتوں سے ہم کو مسلمان رہنا ہے، اور اپنی اسلامی شان کا ہم کو ہر جگہ اور ہر وقت مظاہرہ کرنا ہے، اسلامیت سے جدا ہو کر حکومتوں کے رحم وکرم پر جینا، انصاف کی اپیل کرنا اور انسانیت کا واسطہ دینا، مسلمان جیسی عظیم اور زندہ ومتحرک قوم کا شعار ہرگز نہیں ہو سکتا، آج کی سب سے بڑی مصیبت یہی ہے کہ ہر چیز کا مداوا ہم دوسروں میں "ڈھونڈتے ہیں اور خود اپنے منصب ومقام سے یکسر غافل وناآشنا ہیں سہ

کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت
وہ کہنہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو

براہ کرم خط وکتابت کے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے

قرآن کا پیام

مولانا محمد اویس ندوی نگرامی

وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا

(نساء - ۹)

اگر یہ لوگ، وہ کر ڈالتے جس کی انھیں نصیحت کی جاتی ہے تو ان کے حق میں یہ بہتر بھی ہوتا، اور انھیں ثابت قدم رکھنے والا بھی!

قرآن مجید کی آیت بالا "تثبیتا" کا لفظ بے اہم ہے، اور اس سے انسانی نفسیات کی ایک گہری حقیقت کا اظہار ہوتا ہے، وہ حقیقت یہ ہے کہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ جس کام کو مسلسل اور بار بار کیا جائے، انسان کے اندر اس کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے یہ کام اس کا مزاج بن جاتا ہے اور جو قوتیں اس مزاج کا مقابلہ کرنے والی ہوئی ہیں وہ کمزور پڑ جاتی ہیں! اسی لئے قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے کہ اگر یہ لوگ دین کے احکام پر عمل کرتے تو دنیاوی اور اخروی۔ انفرادی اور اجتماعی ہر اعتبار سے ان کے لئے فلاح کی صورت پیدا ہوئی نیز احکام پر عمل کرنے سے خود قوت ایمانی ضعیف سے قوی، اور قوی تر ہو جاتی۔

تجربہ سے ثابت ہے کہ دین کا کام کرتے رہنے سے اعتقاد اور یقین کی باطنی کیفیت کو بھی ترقی ہوتی ہے۔ اسی اصول کی طرف سورہ بقرہ میں بھی اشارہ فرمایا گیا ہے۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ

(البقرہ - ۳۶)

اور ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال رضاء الٰہی کی طلب میں خرچ کرتے رہتے ہیں اور اپنے نفس میں پختگی پیدا کرنے کی غرض سے،

مطلب واضح ہے کہ وہ لوگ اس لئے بھی خرچ کرتے ہیں کہ ان کو کمال ایمان، ثابت قدمی اور اطمینان حاصل ہو،

قرآن مجید نے نفسیات بشری کی جس بنیاد کی طرف رہنمائی فرمائی ہے اس کو سامنے رکھا جائے تو یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ مذہب نے فرائض، واجبات اور سنن موکدہ کے سوا ہر قسم کے نوافل اور مستحبات (مثلاً نفل نمازیں، نفل روزے، نفل صدقات ہر موقع پر دعائیں، ذکر کی کثرت وغیرہ) ان کی جو تلقین فرمائی ہے اس کا ایک خاص مقصد یہ بھی ہے کہ ان چیزوں کو بار بار کرنے سے نفس انسانی اسی رنگ میں رنگ جاتا ہے اور انھیں کیفیات کا حامل ہو جاتا ہے اور اس کے نتیجہ میں احکام شرعیہ پر عمل آسان ہو جاتا ہے۔ نیز فرائض اور واجبات کو صحیح طور سے ادا کرنے کی توفیق ملتی ہے۔

صاحب روح المعانی ذکر الٰہی کی کثرت کا فائدہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں،

"اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کیا جائے تو اطاعت الٰہی پر دوام حاصل ہوتا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نصیب میں آتی ہے۔

(روح المعانی ج، ص ۲۲)

حاصل، یہ ہے کہ دین کے کاموں میں لگے رہنا، اللہ والوں سے تعلق رکھنا، نوافل اور مستحبات کا اہتمام کرنا، یہ سب چیزیں اپنی جگہ پر خود بھی اہم ہیں نیز انسانی مزاج کو دینی رنگ میں رنگ دینے کی اپنے اندر خاص صلاحیت رکھتی ہے، اب اگر ہمارے اندر خدا طلبی کی تمنا، اور فلاح دارین کی جستجو موجود ہے تو قرآن مجید کا تجویز کردہ یہ نسخہ ہمارے پاس موجود ہے اس کو استعمال کر کے اس کے اثرات ہم خود دیکھ سکتے ہیں۔

بقیہ ہمت اور صرف ہمت

دستے فرانسیسی طیاروں کے ذریعہ صحرائے سینا میں آ پہنچے اسی رات کو برطانوی فضائیہ کے دو سو بمبار اور لڑاکا جہاز قبرص سے اڑے اور مصر کے تمام ہوائی اڈوں کو بمباری سے تباہ کر دیا۔ اب صدر ناصر پر یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ اس لڑائی میں اسرائیل اکیلا نہیں بلکہ فرانس اور برطانیہ کی پوری فوجی طاقت اس کی پشت پر ہے۔

۳۰ اکتوبر کو برطانیہ اور فرانس نے مشترکہ طور پر اسرائیل اور مصر کو الٹی میٹم دیا کہ دونوں اپنی فوجوں کو نہر سویز سے دس دس میل پیچھے ہٹا لیں۔ ورنہ برطانیہ اور فرانس کی فوج نہر سویز کے علاقے میں اتار دی جائے گی۔ اسرائیل نے فوراً یہ الٹی میٹم قبول کر لیا مگر صدر ناصر نے اسے حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا۔ چنانچہ ۵ رنومبر ۱۹۵۶ء کی سہ پہر کو فرانس اور برطانیہ نے پورٹ سعید میں اپنی فوجیں اتار دیں۔

برطانیہ اور فرانس نے خیال کیا تھا کہ جب مصری عوام کو ہمارے مشترکہ حملے کا علم ہوگا تو ان کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔ وہ صدر ناصر کو اسی طرح ہلاک کر دیں گے جس طرح اٹلی کے عوام نے مسولینی کو قتل کر دیا تھا۔ یا پھر خود صدر ناصر ہٹلر کی طرح خودکشی کرے گا لیکن ناصر نہ تو ہٹلر بنا اور نہ مصریوں نے اٹلی کے عوام کا کردار ادا کیا۔ اس کے برعکس دونوں پیش آمدہ حملے کا مقابلہ کرنے کے لئے ڈٹ گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حملہ آوروں کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔

حملہ آور طاقتوں کو اپنی کامیابی کا اس قدر یقین تھا کہ اتحادی فوجوں کے پورٹ سعید میں اترنے کے پانچ گھنٹے بعد جب انھیں اطلاع ملی کہ پانچ کیلو میٹر پیش قدمی کر لی گئی ہے تو وہ یہ سمجھے کہ بندرگاہ فتح ہو چکی ہوگی۔ چنانچہ بی بی سی نے اعلان کر دیا کہ پورٹ سعید کے مصری گورنر نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ لندن اور پیرس میں خوشیاں منائی جانے لگیں انھیں یقین تھا کہ اتحادی فوجیں سویز پر قابض ہو چکی ہوں گی۔ اس لئے لندن اور پیرس سے بیک وقت حکم جاری کیا گیا کہ روسی الٹی میٹم کی میعاد ختم ہونے سے ایک منٹ پہلے یعنی دس بجکر انسٹھ منٹ پر جنگ بند کر دی جائے۔

جب اس حکم پر عمل ہو چکا تو انتھونی ایڈن اور گائے موے پر منکشف ہوا کہ وہ احمقوں کی جنت میں تھے۔ نہ تو پورٹ سعید پر قبضہ ہوا تھا اور نہ پانچ کیلو میٹر سے زیادہ پیش قدمی ہو سکی تھی۔ مصری اسکولوں کے بچے تک مدافعت کے لئے نکل پڑے اور ہمت کے متحدہ مظاہرہ نے اتحادی فوجوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔

انتھونی ایڈن کو دل کا دورہ پڑ گیا اور انھیں فوراً

ہوم اسپتال پہنچا دیا گیا۔ گائے موے کی حالت بھی کچھ مختلف نہیں تھی۔ اسرائیلی برطانوی اور فرانسیسی اشتراک ناکام ثابت ہوا تھا۔ اگلے ہی روز اقوام متحدہ کی فوج نے آکر جارح فوجوں سے سارے علاقے خالی کرا لئے اس طرح مشرق وسطیٰ میں نوآبادیاتی طاقتوں کا اقتدار ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ آج نہر سویز پوری طرح مصری حکومت کی ملکیت ہے۔ اور اسی کی آمدنی سے اسوان بند کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے۔ حتیٰ کہ مصر کے خلاف فوجی اقدام کی یہ ناکام کوشش اس قدر بن گئی ہے کہ حملہ آور طاقتیں اپنی زبانوں سے یہ اقرار کرنے پر بھی تیار نہیں کہ

(بقیہ ص ۱۶ پر)

مولانا سید خواجہ احمد نصیر آبادیؒ

(۴)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

"حضرت مولانا پانچ وقت کی نمازیں ہمیشہ اول وقت پڑھتے، اور کبھی جماعت نہ چھوٹتی اگر جنگل میں بھی ہوتے تو حضر و اقامت کی طرح اذان و اقامت کا اہتمام ہوتا، اور مسواک کرنے، قرآن شریف کا ایک مقررحصہ پڑھنے دلائل الخیرات کی ایک منزل پڑھنے میں کوئی فرق نہ آتا۔ صبح ظہر اور شام کی نمازوں کے بعد مریدین و خلفاء و مستفیدین آپ کے حلقہ میں شریک ہوتے اور مراقبہ میں مشغول ہوتے، علالت کے دونوں کے سوا کبھی ناغہ نہ ہوتا، اذکار و اشغال اور اعمال مشائخ کی ترتیب میں پوری توجہ مبذول رکھتے، اشراق و چاشت، اوابین تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد عصر و عشاء سے پہلے مستحبات اور تہجد کا التزام تھا، تہجد کی نماز اکثر جماعت کے ساتھ اور کمتر تنہا پڑھتے لیکن دوسروں سے سوائے ترغیب و تحریض کے جو مواعظ میں آپ فرماتے تھے کبھی تاکید و جبر روا نہ رکھتے لیکن مستفیدین و حاضرین خود بخود اقتدا کرتے تھے اور جماعت کی صورت ہوجاتی تھی ہمیشہ تکبیر تحریمہ کے بعد ناف پر ہاتھ باندھتے کبھی رفع یدین آمین بالجہر اور فجر کی نماز میں دعا قنوت نہ پڑھتے نہ اس کی ممانعت میں شدت فرماتے، مزارات پر فاتحہ ہاتھ اٹھاکر نہ پڑھتے نہ سر جھکاتے، مُردوں کا کھانا اور منھ طا اہل تشیع کی دعوت قبول نہ فرماتے اور فرماتے کہ طعام المیت یمیت القلب، جن ناموں سے شرک کی بو آتی ہے جیسے حسین بخش وغیرہ ان سے ممانعت فرماتے، وبا وغیرہ کے زمانے میں اجتماعی اذان کا جو کہیں کہیں رواج ہے اور دعا کے لئے دونوں خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھانے سے منع فرماتے، قبر کی لحد کو بند کرنے کیلئے کچی اینٹیں پسند کرتے، الوداع اور عجمی زبانوں کے اشعار کو خطبہ میں پڑھنا پسند نہ کرتے، بالجملہ مکروہات تنزیہی بلکہ مباحات سے بھی حتی الوسع احتراز کرتے، فرماتے تھے کہ روزہ میں جھوٹ بولنے، غیبت کرنے اور بُرا بھلا کہنے سے اجتناب کیا جائے اگر کوئی تمہارے سامنے کچھ کہے یا تمہارے ساتھ اس طرح پیش آئے تو اس سے کہو کہ میں روزہ سے ہوں' والدین کے ساتھ نیکی کرنے اور ہمسایہ کی خبرگیری اور سلوک کرنے کی تاکید فرماتے، فرماتے والدین کے انتقال کے بعد اکثر خیرات و صدقہ کیا کرو۔

باقتضائے حب فی اللہ و بغض فی اللہ (اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے دشمنی) اور عدل جو ہر کام کو اپنے محل پر کرنے کا نام ہے، جس قدر یتیموں پر شفقت، بے کس اور بیوہ عورتوں پر رحم اور بوڑھوں اور ناتوانوں کی امداد و دستگیری فرماتے اور ان کے ساتھ نرم دلی کا برتاؤ کرتے، اس قدر داڑھی منڈانے والوں بے نمازوں اور مشرکین و مبتدعین، بالخصوص شرک و بدعت اور دوسرے محرمات شرعی پر اصرار کرنیوالوں سے ناخوشنودی ظاہر فرماتے، ان اعمال کے مرتکب کیسے ہی صاحب جاہ و صاحب عزت ہوں ہرگز ان کے ساتھ تساہل اور مروت نہ کرتے اور ان کے منہ پر اس کام کی مذمت قرآن و حدیث کے دلائل کے ساتھ فرماتے اور اس کے چھوڑ دینے کا حکم کرتے، بعض مرتبہ داڑھی منڈانے والے کی ٹھوڑی پر ہاتھ مارتے اور اس کو ملامت کرتے کہ یہ کیا امر شنیع ہے لا یخافون لومۃ لائم ان کی شان تھی، کبھی کبھی بڑی بڑی مونچھوں، داڑھی منڈانے والوں اور زلف درازوں کے بالوں کو خود قینچی سے کاٹ دیتے، خلاصہ یہ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں نہایت سخت تھے اور اس بارہ میں امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ کے قدم بہ قدم تھے کہ نرمی کے موقع پر اتنے نرم تھے کہ گرمی میں ٹھیک دوپہر کو صدقہ کے اونٹوں کے تیل لگا رہے ہیں اور قحط کے زمانہ میں مساکین کے خرچ کے لئے غلہ کے بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھائے لے جارہے ہیں، اور سختی کے موقع پر اللہ و رسول کے حکم سے ادنیٰ انکار پر شمشیر انتقام نیام سے نکال لیتے اور یہی عدل کے معنی ہیں۔

حضرت مخدوم زماں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور نصیحت کرنے میں اتنے سخت اور بے پروا کیوں نہ ہوتے جبکہ آپ نے اہل جاہ سے ملنے کا کبھی ارادہ بھی نہیں کیا، ان کے یہاں چل کر جانا تو بڑی بات ہے ان میں سے جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا، اگر شیعہ یا ہندو یا مشرک یا مبتدع ہوتا تو اس کی صورت بھی دیکھنا آپ پسند نہ کرتے اور اس کو آنے کی اجازت نہ دیتے اور اگر کبھی وہ حاضر ہوجاتے تو سلام میں ابتدا نہ کرتے بلکہ ان کے سلام کا جواب دینا بھی ناگوار ہوتا اور سب سے پہلے اس کو اس کے فعل یا عقیدہ پر ملامت کرتے، اور ترک ممنوعات کی نصیحت فرماتے دوسرے دولتمندوں اور معززین کو بھی جن کا تعلق ان مذاہب و عقائد سے نہ ہوتا، مناسب نصیحت فرماتے اور باقی دوسرے مسلمانوں کو خواہ وہ عام لوگ ہوں ہمیشہ سلام کرنے میں سبقت کرتے اور ان کے سلام کے جواب میں مطابق آیت قرآنی و "اذا حُیّیتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا او رُدّوھا" رحمۃ اللہ و برکاتہ "بھی فرماتے، بوڑھوں اور معمر لوگوں کا ادب کرتے تھے یہاں تک کہ اگر شیعہ یا مبتدع یا کافر بھی ہوتا تو اس کو ملائمت کے ساتھ نصیحت فرماتے، نمازی مسلمان سے بڑی خندہ پیشانی اور بشاشت سے ملتے اور اکثر بات مسکرا کر اور خوش کلامی کے ساتھ فرماتے اور کبھی مکدر اور آزردہ نہ ہوتے خواہ کیسا ہی اہم دُنیاوی معاملہ ہو، ہاں حکم شرعی کے خلاف کرنے میں ناراض ہوجاتے اور غصہ آجاتا۔

صبح سے شام تک اور رات کو بہت تھوڑا اور وہ بھی دل بیدار اور چشم خفتہ کے ساتھ سوتے آپ کی گفتگو یا تو کلام الٰہی ہوتی یا حدیث مصطفوی یا مواعظ دلپذیر، یا نماز و تلاوت یا مراقبہ و تربیت عصر کے وقت کتب دینیہ کی تدریس میں مشغول ہوتے جیسے فقہ و تفسیر و حدیث۔

برادران دینی کی ضیافت میں سفر و حضر برابر تھا۔ صبح سے شام تک اطراف و اکناف سے جوق جوق لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اس لئے باورچی خانہ کا کوئی وقت مقرر نہ تھا مستفیدین و مریدین ہفتوں مہینوں اور سالوں آپ کے پاس مقیم رہتے اور چاہے کوئی کتنی مدت رہا ہو، مشکل سے اس کو رخصت فرماتے، آپ کی کوئی معین آمدنی نہ تھی، اس وجہ سے کبھی فراغت ہوتی کبھی تنگی، لیکن ہر حالت میں کھانا مہمانوں کے ساتھ تناول فرماتے، ہر چیز میں سے خواہ اس کی مقدار ایک تولہ ہی ہو برابر برابر سب مہمانوں اور حاضرین کو تقسیم فرماتے اور

بقیہ ص ۱۷ پر

بعض رائج الوقت اصطلاحیں
اور
اُن کا پس منظر

(۲)

مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی

درحقیقت اس قسم کی رواداری کا وجود کہ سارے مذاہب حق اور ہر قسم کے عقائد و خیالات یکساں ہیں اولاً تو کہیں بھی نہیں ہے، اور اگر بالفرض کسی مذہب میں ہو بھی تو ان مذاہب میں نہیں ہوسکتی جن کے مثبت و منفی عقائد ہیں، یعنی جن میں کچھ چیزوں کا ماننا اور کچھ چیزوں سے انکار اور علیحدگی ضروری ہے، ایک موحد کس طرح شرک کو اور ایک خدا پرست الحاد کو ایک درجہ دے سکتا ہے، لیکن اس کو وہ قومیں نہیں سمجھ سکتیں جن کے مذہب میں سرے سے مثبت و منفی عقائد ہی نہیں ہیں، اس قسم کی رواداری کا سب سے بڑا مبلغ یورپ ہے لیکن اس کے نزدیک بھی سارے مذاہب حق اور ہر قسم کے عقائد و خیالات یکساں نہیں ہیں، ورنہ انسانوں کی نجات کے لئے باپ بیٹے روح القدس کی الوہیت پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے، اور اس نے ساری دنیا میں عیسائیت کی تبلیغ کا جال کیوں پھیلا رکھا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ رواداری کے صحیح مفہوم کے لحاظ سے جتنی رواداری اسلام میں ہے کسی مذہب میں نہیں ہے، اسلام کی تبلیغ میں جبر نہیں، قرآن مجید کا صریح حکم ہے:

لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ — دین میں زبردستی نہیں،
قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ — راہ راست گمراہی سے علاحدہ ممتاز ہوچکی،

اسلام کا قبول کرنا ہر شخص کی مرضی پر موقوف ہے:

قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ — کہدو سچی بات (اسلام) تمہارے رب کے پاس سے آئی ہے، پس جو چاہے قبول کرے جو چاہے قبول نہ کرے۔

تبلیغ کے لئے جنگ و جدال کے بجائے حکمت و دانائی اور پند و موعظت ضروری ہے، اگر بحث و مباحثہ کی ضرورت پیش آجائے تو اس کو بھی خوبصورتی اور خوش اسلوبی سے کرنا چاہیے۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ — اپنے رب کے راستہ کیطرف دانشمندی اور اچھی اچھی نصیحتوں سے بلاؤ اور بہت پسندیدہ طور سے ان سے بحث کرو۔

اور یہی تعلیم عین فطرت کے مطابق ہے اس لئے کہ قبول اسلام نام ہے اس پر دل سے یقین اور زبان سے اس کے اقرار کا، جبر و قوت سے زبان سے تو اقرار کرایا جاسکتا ہے، لیکن دل میں یقین نہیں پیدا کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے وہ اسلام ہی معتبر نہیں جس کا جبر و زور سے اقرار کرایا جائے اسلام میں دوسرے مذاہب کے معبودان باطل کو بھی بُرا کہنے کی ممانعت ہے۔

لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ — مسلمانو! جو لوگ خدا کے سوا دوسرے معبودوں کو پکارتے ہیں (یعنی اُسکی پرستش کرتے ہیں) ان کو بُرا نہ کہو کہ یہ لوگ بھی نادانی سے خدا کو بُرا کہنے لگیں۔

تقریباً تمام مذاہب میں کسی نہ کسی نوع کی انسانی تفریق اور طبقاتی تعصب ہے حتیٰ کہ عیسائی مذہب میں بھی کالے گورے عیسائیوں کی تقسیم ہے اور ہندو مذہب میں تو پست و بلند اور ادنیٰ و اعلیٰ کے مستقل طبقات قائم ہیں اور ادنیٰ طبقوں کے ساتھ اعلیٰ طبقوں کا سلوک غلامانہ ہے، جو تعصب ہی کی ایک قسم ہے، لیکن اسلام نے سارے انسانوں کو خدا کا کنبہ قرار دیا ہے اور سب کے ساتھ نیکی اور بھلائی کی تعلیم دی ہے۔

اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ — ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ وہ مخلوق ہے جو اسکے کنبے (یعنی تمام انسانوں) کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرتا ہے

اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ — مسلمانو! تم زمین پر بسنے والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا (یعنی خدا) رحم کرے گا

اس سے زیادہ رواداری اور انسانی ہمدردی کی تعلیم اور کیا ہوسکتی ہے، تہذیبی رواداری اور کلچرل اخذ و استفادہ مسلمانوں کی خاص خصوصیت رہی ہے، انھوں نے نہ اپنی تہذیب دوسروں پر زبردستی مسلط کی اور نہ دوسری قوموں کی تہذیبوں کے استفادہ سے پرہیز کیا، انھوں نے ہر قوم کی تہذیب کے اچھے عناصر کو اپنی تہذیب میں شامل کرلیا، اسی لئے جو تہذیبی رنگا رنگی مسلمانوں میں نظر آتی ہے وہ دنیا کی کسی قوم میں بھی نہیں پائی جاتی، اور ہندوستانی تہذیب سے تو وہ اتنا متاثر ہوئے کہ اُن کی زندگی کا کوئی شعبہ بھی اُس سے خالی نہیں ہے، اور آج ہندوستانی مسلمانوں کی تہذیب سے ہندی عناصر کو جدا کرنا مشکل ہے۔ لیکن اسلام ایک کامل اور مکمل مذہب ہے اُس کے بنیادی عقائد و تصورات ہیں جن میں سے بعض کا ماننا اور بعض سے علیحدگی ضروری ہے، اس لئے مسلمان تمام مذاہب اور ہر قسم کے متضاد عقائد کو ایک درجہ میں نہیں رکھ سکتے، لیکن اسلام میں کسی مذہب کو بُرا کہنے کی اجازت ہے اور نہ اختلاف مذہب کی بنا پر کسی انسان سے نفرت کی تعلیم ہے بلکہ سارے انسانوں کیساتھ نیکی اور بھلائی کا حکم ہے۔

درحقیقت تعصب، تنگ نظری، رواداری اور فرقہ پروری وغیرہ کی اصطلاحیں یورپ کی وضع کردہ ہیں، جو مذہب سے تقریباً آزاد ہوچکا ہے، کم سے کم اُس کی عملی زندگی میں اُس کا کوئی اثر نہیں ہے اور وہ زیادہ سے زیادہ گرجوں کی چہاردیواری تک محدود ہے اور مذہب کی جگہ سیاست نے لے لی ہے، اس لئے سیاست میں ان کے یہاں کسی قسم کی رواداری نہیں ہے، اور اس میں وہ چنگیز و ہلاکو بن جاتا ہے، اور رواداری مذہب کے لئے مخصوص کردی گئی ہے اور اپنے مصالح کی بنا پر تعصب، تنگ نظری، عدم رواداری وغیرہ کا سب سے زیادہ نشانہ اسلام اور مسلمانوں کو بنایا ہے، ان کی تقلید میں وہ قومیں بھی ان کی ہمنوا ہوگئی ہیں، جن کے یہاں مذہب کے کوئی حدود و قیود نہیں ہیں یا جن کو اُن کے خیال میں مسلمانوں سے کسی قسم کا نقصان پہنچا ہے۔

اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ یورپ اور

عیسائیوں کی دشمنی کے اسباب کھلے ہوئے ہیں، وہ صدیوں ایک دوسرے کے حریف رہ چکے ہیں، عیسائی دنیا کو سب سے زیادہ نقصان اسلام اور مسلمانوں ہی سے پہنچا، اسلام کے ظہور سے پہلے مذہبی اور سیاسی سیادت عیسائیوں کے ہاتھوں میں تھی، یہودی بھی تھے لیکن اُن کا حلقۂ اثر بہت محدود تھا۔ اور عیسائی مذہب اور اس کی حکومتیں سارے مغربی ایشیا، شمالی افریقہ اور ایشیائے کوچک تک اور پورے یورپ میں پھیلی ہوئی تھیں، مسلمانوں نے ایشیا اور افریقہ کے بڑے حصے سے ان کی حکومتیں ختم کرکے ان دونوں براعظموں سے ان کو بالکل بے دخل کردیا، یورپ میں جو ان کا گڑھ تھا، تقریباً پورے اسپین و پرتگال، اٹلی اور فرانس کے بعض حصوں، بحر روم کے بڑے بڑے جزائر پر قبضہ کرلیا، اور آخر میں مشرقی کلیسا کے مرکز قسطنطنیہ اور بلقانی ریاستوں کو فتح کرلیا، دونوں میں صدیوں تک جنگ صلیبی کا سلسلہ جاری رہا جس میں مسلمانوں نے متحدہ یورپ کو شکست دی، اس لئے مسلمانوں سے ان کی دشمنی کچھ بیجا نہیں ہے۔

لیکن اگر عیسائیوں کو مسلمانوں سے سیاسی حیثیت سے نقصان پہنچا تو علمی اور تمدنی حیثیت سے اس سے زیادہ فوائد پہنچے، انہی کی بدولت وہ علم و تمدن سے آشنا ہوئے، جب پورا یورپ وحشت و جہالت کی تاریکی میں مبتلا تھا، مسلمانوں نے اسپین اور سسلی میں علم و تمدن کی شمع روشن کی جس کی روشنی پورے یورپ میں پھیلی، اگر یہ یونیورسٹیاں نہ ہوتیں تو یورپ صدیوں تک جہالت کی تاریکی میں مبتلا رہتا اور اس کو جو درجہ آج حاصل ہے وہ کبھی حاصل نہ ہوتا، عیسائی مذہب کی بہت سی اصلاحات اسلام کی رہین منت ہیں، یورپ پر مسلمانوں کے علمی و تہذیبی احسانات کا تمام یورپین مصنفین کو اعتراف ہے۔

یہ تو پرانی داستان ہے، آج بھی یورپ کا سب سے زیادہ سابقہ مسلمانوں ہی سے ہے، وہ پورے بحر روم کے ساحلی علاقہ پر قابض ہیں جو افریقہ اور ایشیا میں یورپین اقوام کے داخلہ کا راستہ ہے دنیا کے مختلف حصوں خصوصاً شمالی افریقہ سے لیکر پورے مشرق وسطی اور ایشیائے کوچک تک اسلامی حکومتیں پھیلی ہوئی ہیں، جو ان کی بین الاقوامی سیادت میں حائل ہیں، اس لئے وہ اُن کی نگاہ میں کھٹکتی رہتی ہیں، اور جہاں موقع ملتا ہے ان کو نقصان پہنچانے سے نہیں چوکتیں اور ان کو کمزور کرنے کے لئے ہر قسم کی چالیں چلتی رہتی ہیں، انھوں نے قومیت اور وطنیت کے نام پر عربوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا، اور ان کو مختلف چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں تقسیم کرکے ان کی قوت کمزور کردی، فلسطین میں یہودیوں کی حکومت قائم کرکے مشرق وسطی میں اپنا ایک مضبوط قلعہ قائم کردیا۔

گو مسلمانوں میں بڑی حد تک مذہبی روح ختم ہوگئی ہے، اس کے باوجود آج بھی مذہب کا جتنا اثر مسلمانوں میں ہے، کسی قوم میں نہیں ہے، جس پر مشنریوں کی رپورٹیں شاہد ہیں، لیکن آزادی و جمہوریت کے اس دور میں ان کو جبر و قوت سے دبانا مشکل ہے اسلام کی اعلانیہ مذمت اور اس پر کذب و افترا کی گنجائش بھی بہت کم باقی رہ گئی ہے۔ اس لئے مسلمانوں کے مذہبی جذبہ کو ختم، ان کے مذہب سے ان کو بدگمان اور دوسری قوموں میں اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لئے انھوں نے مختلف تدبیریں اختیار کی ہیں، اُن میں سب سے کارگر حربہ یہ ہے کہ وہ اسلام کی خوبیوں کا اعتراف کرنے کے بعد اس میں کوئی ایسا عیب نکال دیتے ہیں کہ ساری خوبیوں پر پانی پھر جاتا ہے، علم و تحقیق کی راہ سے اسلام کے اصل سرچشمے قرآن و حدیث میں شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں، واقعات میں تدلیس سے کام لیکر اُن سے غلط نتائج نکالتے ہیں، انفرادی واقعہ سے کلیہ بنا لیتے ہیں، بے سند روایات بلکہ کبھی کبھی اپنے مفروضات پر پوری عمارت کھڑی کر دیتے ہیں، مسلمانوں کی تاریخ غلط رنگ میں پیش کرتے ہیں، اس قبیل کے اور مختلف ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں[1]، ان میں ایک چلتا ہوا نسخہ تعصب تنگ نظری اور عدم رواداری کا بھی ہے، بعض مسلمان سلاطین کے طرز عمل سے جو کسی حیثیت سے بھی اسلام کے نمائندے نہ تھے، اور جن کی سیاست اسلامی قوانین کے بجائے حکومت کے مصالح کے تابع تھی، اور بعض متشدد فقہا کے فتویٰ سے جن کی قرآن مجید اور احادیث نبوی میں کوئی سند نہیں ہے، اور ایرانی نژاد، فارسی مورخین کی تحریروں سے جن کی فطرت میں مبالغہ آرائی ہے غیر مسلموں پر ظلم و تشدد کے کچھ واقعات بھی مل جاتے ہیں، اس سے اُن کو ایک سند ہاتھ آجاتی ہے، اور وہ اس رائی کو پہاڑ بنا کر مذہب اسلام اور پوری مسلمان قوم کو تعصب اور تنگ نظری وغیرہ کا مجرم بنا دیتے ہیں،

ایک زمانہ تک مغربی قوموں سے مسلمانوں کی مرعوبیت کا یہ حال رہا کہ وہ مذہب کو بھی اُنہی کی لگائی ہوئی عینک سے دیکھتے تھے۔ جہاں یورپین مصنفین کی زبان سے کوئی اعتراض نکلا اس کی صحت کو جانچے بغیر یا اُس سے انکار کردیا یا اس کی ایسی تاویل شروع کردی جس کو مذہب سے کوئی علاقہ نہیں، بہت سے مذہب سے ناواقف اور ضعیف العقیدہ مسلمان ان اعتراضوں کے اثر سے اپنے مذہب ہی سے بدگمان ہوجاتے تھے، مگر اب یہ مخلوق کم ہوگئی ہے اور مسلمانوں میں ایسے اہل علم و نظر پیدا ہوگئے ہیں، جنھوں نے ان اعتراضوں کی دھجیاں اڑا دیں، لیکن اب بھی گذشتہ مرعوبیت کے کچھ نہ کچھ آثار باقی ہیں۔

اس کا سب سے افسوسناک پہلو یہ ہے کہ انگریزوں نے اسی آزمودہ نسخہ کو ہندو مسلمانوں میں پھوٹ ڈلوانے کے لئے استعمال کیا اور ہندوستان کے اسلامی دور کی تاریخ بہت مسخ کرکے دکھائی ہے اب یہی نسخہ ہندوستان کے ایک طبقہ مسلمانوں کے خلاف استعمال کر رہا ہے، اور اس کے مورخین اور اہل قلم اس مہم میں لگے ہوئے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ و تہذیب کے خلاف آئے دن کتابیں اور مضامین نکلتے رہتے ہیں جس سے پوری فضا مسموم ہوگئی ہے۔

(باقی آئندہ)

[1] سب مستشرقین اس زمرے میں نہیں آتے، ان میں کچھ منصف مزاج بھی ہیں، جنھوں نے اسلام کی دینی اور روحانی برکتوں اور مسلمانوں کے علمی و تہذیبی کارناموں اور یورپ پر ان کے احسانات کا پورا اعتراف کیا ہے، اور متعصب پادریوں اور مستشرقین کی پھیلائی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کی ہے اور مسلمانوں کی اتنی گرانقدر علمی خدمات انجام دی ہیں جو خود مسلمانوں سے نہ ہوسکیں۔ انھوں نے اسلامی علوم و فنون کی نادر و نایاب کتابوں کو تلاش کرکے بڑی محنت سے تصحیح و تحشیہ کے ساتھ ان کو شائع کیا، اپنی زبانوں میں ان پر مضامین لکھے اور ان کے ترجمے کئے، اگر ان کی کوششیں نہ ہوتیں تو آج بہت سے نوادر گوشۂ گمنامی میں پڑے رہتے، لیکن اب بھی ان کی اکثریت اغراض سے خالی نہیں ہے اور وہ اپنی اسلام دشمنی کا ثبوت دیتے رہتے ہیں۔

ہمت اور صرف ہمت

وحید الدین خاں

زندگی کو بنانے یا بگاڑنے میں اصل فیصلہ کن چیز ہمت ہے۔ ہمت ہی کامیابی ہے اور بے ہمتی کا دوسرا نام ناکامی۔ ذاتی مسائل ہوں یا جماعتی مسائل خاندان کی سطح پر پیش آنے والے حالات سے نمٹنا ہو یا قومی سطح کی مشکلات کو حل کرنا ہو۔ روزمرہ کے معاملات ہوں یا ہنگامی صورت حال کے معاملات۔ ہر حال میں وہ واحد چیز جو کسی فرد یا قوم کے لئے زندگی یا ہلاکت کا فیصلہ کرتی ہے، وہ صرف ایک چیز ہے — ہمت

ہمت نہ ہو تو کشتی والے بھی ڈوب جاتے ہیں اور ہمت ہو تو ایک تختہ بلکہ بعض اوقات بلا تختہ بھی آدمی طوفانوں کے پار اتر جاتا ہے۔ ہمت نہ ہو تو تربیت یافتہ افواج بھی شکست کھا جاتی ہے اور ہمت ہو تو نہتے لوگ بھی مسلح فوجوں پر غالب آجاتے ہیں۔ ہمت نہ ہو تو کثرت تعداد کے باوجود پسپائی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اور ہمت ہو تو قلت بھی کثرت کے اوپر غالب آجاتی ہے۔ زندگی کے معرکوں میں اصل فیصلہ کن چیز ہمت ہے۔ باقی تمام چیزیں اضافی ہیں۔

تاریخ اس قسم کے واقعات سے بھری ہوئی ہے میں یہاں زمانۂ حال کی تاریخ سے دونوں قسم کی ایک ایک مثال نقل کروں گا۔ یہ دونوں ایک ہی نوعیت کے واقعات ہیں اور ان میں ہمارے لئے بڑی عبرت ہے!

(۱) ایران اُن چند مخصوص ممالک میں سے ایک ہے جس کی زمین کے نیچے تیل کا خزانہ بہتا ہے۔ پچھلے تقریباً سو برس سے یہ خزانہ مغربی کمپنیوں کے قبضہ میں ہے۔ ۱۵ مارچ ۱۹۵۱ء کو جبکہ وہاں ڈاکٹر مصدق کی وزارت کام کر رہی تھی، ایران کی پارلیمنٹ نے ایک آواز ہوکر یہ فیصلہ کیا کہ تیل کی صنعت کو قومی ملکیت میں لے لیا جائے۔ یہ فیصلہ وہاں کے عوام کی خواہشات کے عین مطابق تھا اور اس کے پیچھے جو دلیل تھی، وہ بھی اتنی قوی تھی کہ دنیا کا کوئی شخص اس کو جھٹلانے کی ہمت نہیں کر سکتا۔

اس قضیہ میں ایک طرف ایران تھا اور دوسری طرف اینگلو ایرانین آئل کمپنی۔ پھر برطانوی حکومت بھی اس معاملہ میں کمپنی کے ساتھ ہوگئی۔ کیونکہ سنہ ۱۹۱۳ء کے فیصلہ کے مطابق برطانیہ کے سمندری بیڑے میں کوئلہ کی جگہ تیل استعمال ہوتا ہے اور اپنے جنگی جہازوں کو متحرک رکھنے کے لئے اس کو ایرانی تیل کی مستقل ضرورت ہے۔

برطانوی حکومت نے پہلے سمجھوتہ کی کوشش کی مگر جب ڈاکٹر مصدق کے اٹل ارادے کی وجہ سے اس میں کامیابی نہیں ہوئی تو اس نے دوسرا طریقہ اختیار کیا۔ اس نے ایران سے اپنے تمام تعلقات ختم کردیئے اور یہ طے کرلیا کہ وہ ایرانی تیل کو دنیا کے بازار میں پہنچنے ہی نہ دے گا اور ظاہر ہے کہ جب تیل کی فروخت رک جائے تو صنعت کا مفلوج ہوجانا ناگزیر ہے۔ حکومت برطانیہ نے اعلان کیا کہ کوئی جہاز اگر ایرانی تیل کو لیکر کسی ملک میں جائے گا تو اُس کو سمندر ہی میں ضبط کر لیا جائے گا۔ برطانیہ کو اپنی اس دھمکی میں کامیابی حاصل ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تقریباً سات لاکھ بیرل تیل (ایک بیرل = ۳۵ برطانوی یا ۴۲ امریکی گیلن) جو ایران کے تیل کے چشموں سے روزانہ حاصل ہوتا تھا، اس کا نکلنا بند ہوگیا۔

ڈاکٹر مصدق کا ایک زمانے تک عوام نے ساتھ دیا۔ لیکن جب تیل کے چشموں کے سوکھ جانے کی وجہ سے ملک کروڑوں روپیہ کی آمدنی سے محروم ہوگیا سرکاری ملازمین کی تنخواہیں رک گئیں، لاکھوں آدمی جو تیل کی صنعت سے روزی حاصل کرتے تھے، وہ بے روزگار ہوگئے۔ تو تیل کا تو گویا خود ایران کے لئے ایک مصیبت بن گیا۔ اس موقع پر اگر ایران کے لوگ آخر تک ڈٹے رہتے تو یہ لازمی نتیجہ نکلتا کہ وہ سیال سونا جو آبادان کی پائپ لائنوں سے ہوکر پچھلی ایک صدی سے انگلستان پہنچ رہا ہے۔ وہ شیراز اور طہران کی سڑکوں پر بہنے لگتا۔ مگر لالہ و گل کی سرزمین میں بسنے والے لوگ سختیوں کو برداشت نہ کرسکے اور صرف تین سال کی آزمائش کے بعد ہار مان گئے، ڈاکٹر مصدق جن کے اقتدار کے تحت یہ فیصلہ ہوا تھا، ان کو گرفتار کرلیا گیا اور کرنل زاہدی ملک کے وزیر اعظم مقرر ہوگئے۔ نئی حکومت نے برسر اقتدار آتے ہی سابق فیصلہ کو بدل کر بیرونی کمپنیوں سے معاہدہ کرلیا۔ جنھوں نے تین سال کے تعطل کے بعد دوبارہ ایرانی چشموں سے تیل نکالنے کا کام شروع کردیا۔ اور وہی صورت پھر پیدا ہوگئی کہ ایران کی دولت کا آدھے سے زیادہ حصہ باہر جارہا ہے اور رائلٹی کے طور پر تھوڑا سا حصہ ایران کو مل جاتا ہے۔

(۲) دوسری اس سے مختلف مثال مصر میں نہر سویز کو قومی ملکیت میں لینے کی ہے۔ امریکہ کے سابق وزیر خارجہ آنجہانی جان فاسٹر ڈلس نے ۱۹ جولائی ۱۹۵۶ء کو اعلان کیا کہ چونکہ صدر ناصر نے سوویت روس سے اسلحہ خریدنا شروع کردیا ہے، اس لئے امریکہ ہے اسوان بند کی تعمیر کے سلسلے میں مالی امداد نہیں دے گا۔ اگلے روز برطانیہ نے بھی مالی امداد دینے سے انکار کردیا۔ یہ ایک بہت غیر معمولی واقعہ تھا کیونکہ مصر کے لئے ناممکن تھا کہ وہ اپنے موجود ذرائع و وسائل سے اسوان بند جیسے عظیم منصوبے کو مکمل کرسکے۔ چند دن کے پرشور مباحثوں اور قیاس آرائیوں کے بعد ۲۴ جولائی کو صدر ناصر نے اعلان کیا — "اسوان بند ضرور تعمیر ہوگا۔ کیسے؟ اس کا اعلان اتوار کو کروں گا" اتوار کو ۲۶ تاریخ تھی۔ صدر ناصر نے اسکندریہ میں ایک عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے قہقہہ لگایا اور کہا — "اسوان بند اس طرح تعمیر ہوگا کہ ہم نے آج سے نہر سویز کو قومی ملکیت قرار دیدیا ہے۔ سویز کمپنی کے تمام برطانوی اور فرانسیسی حصہ داروں کو پورا پورا معاوضہ ادا کیا جائے گا اور نہر میں جہازوں کی آمد و رفت سے جو آمدنی ہوگی وہ اسوان بند کی تعمیر پر صرف کی جائے گی۔"

اس اعلان سے فرانس اور برطانیہ میں کھلبلی مچ گئی۔ انھوں نے اپنے بینکوں میں مصر کی تمام جمع شدہ رقوم ضبط کرلیں۔ دوسری طرف لندن کے فوجی ہیڈ کوارٹرز کے ایک تہہ خانے میں اعلیٰ برطانوی اور فرانسیسی فوجی افسر حملے کا خاکہ تیار کرنے میں مصروف ہوگئے اس منصوبے کو ٹیراپن (TERRAPIN) یعنی کچھوے کا خفیہ نام دیا گیا۔ اکتوبر ۵۶ء کے تیسرے ہفتہ میں برطانیہ، فرانس اور اسرائیل کے وزرائے اعظم اور وزرائے خارجہ پیرس کے ایک نواحی ہوائی اڈے پر ملے اور اس خفیہ ملاقات میں مصر پر مشترکہ حملے کا پروگرام تیار ہوگیا۔

مصری حکام نہر سویز کو قومی ملکیت قرار دینے سے پیدا شدہ صورت حال میں الجھے ہوئے تھے کہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء کی رات کو اسرائیلی چھاتہ بردار

(بقیہ ص ۳ پر)

قوم سبا

مولانا محمد رابع حسنی ندوی

بنو قحطان کی اولاد میں ایک مشہور شخص سبا تھا سبا متعدد شاخوں کا مورث ہے بلکہ تمام معروف قحطانی نسلوں کا مورث یہی ہے، اس کی تین شاخیں قابل ذکر ہیں۔ ایک سبا دوسری حمیر تیسری کہلان یہ ساری شاخیں اور نسلیں جنوبی جزیرۃ العرب خصوصاً یمن میں پھلی پھولیں، لیکن ان میں سب سے زیادہ متمدن اور ترقی یافتہ نسل قوم سبا تھی،

سبا نامی نسل اپنے زمانہ میں یمن کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور طاقتور نسل تھی۔

یمن چونکہ نہایت شاداب اور زرخیز علاقہ ہے اس لئے یہاں تمدن اور ترقی کی کافی گنجائش تھی۔ یہاں سب سے پہلے سبا نامی نسل کو عروج حاصل ہوا ان کا اقتدار پہلی صدی عیسوی تک رہا پایہ تخت شہر مارب تھا، مارب صنعا سے تقریباً ۶۰ میل مشرق میں تقریباً چار ہزار فٹ بلند سطح زمین پر واقع ہے۔ سبا ایک تاجر قوم تھی، اس وقت عالمی تجارت کی باگ ڈور بھی اسی کے ہاتھ میں آگئی تھی، ان کی نگرانی میں تجارتی قافلے مشرق میں سندھ اور مشرق اقصیٰ تک اور مغرب میں مصر اور دومۃ الکبریٰ کے بازاروں تک جاتے تھے، یمن سے غزہ تک یہ قافلے خشکی میں چلتے تھے اس تجارتی شاہراہ کا مرکز مارب تھا، خشکی میں یہ حضرموت کے شہر شبوہ سے سفر شروع کرتے، راستہ میں اُن کے بڑے بڑے اسٹیشن مارب، صنعا، مکہ، مدینہ بطرا، اور غزہ ملتے تھے۔ اس کے بعد ان میں سے کچھ قافلے مصر کی طرف چلے جاتے اور کچھ فلسطین اور شام کی طرف اور مشرق میں شبوہ سے نکل کر سمندری سفر شروع ہوتا اور کچھ قافلے افریقہ کے مشرقی ساحلوں تک جاتے اور کچھ سندھ، ہندوستان اور مشرق اقصیٰ کی بندرگاہوں تک، شبوہ بھی چونکہ اس راستے کا ایک اہم اسٹیشن تھا لہٰذا اس نے بھی خاصی ترقی کی تھی وہ حضرموت کی سلطنت کا پایہ تخت بھی تھا، یہ سلطنت عرصہ تک قائم رہی لیکن اس کو وہ مقام نہیں حاصل ہو سکا جو سبا کو اور ان کے بعد حمیر کو حاصل ہوا اللہ تعالیٰ نے سبا کو اس کے تجارتی کاروبار میں بڑی برکت عطا فرمائی شام تک ان کا راستہ شاداب خطوں سے گذرتا تھا اور ان کے قافلوں کو اس تجارتی سفر میں کچھ زیادہ تکلیف نہیں ہوتی تھی غالباً اسی راستے کی شادابی کی طرف قرآن مجید کی حسب ذیل آیت میں اشارہ ملتا ہے:

وجعلنا بینھم وبین القری التی بارکنا فیھا قری ظاھرۃ وقدرنا فیھا السیر سیروا فیھا لیالی وایاما آمنین

(سبا)

القری التی بارکنا فیھا سے مراد غالباً شام ہے جہاں اُن کے قافلے جایا کرتے تھے اور ان کے اس تجارتی راستے کو قرآن مجید میں ایک جگہ امام مبین کہا گیا ہے۔ یمن کا ملک چونکہ ایک شاداب ملک ہے وہاں بکثرت بارش ہوتی ہے اس لئے ملک کو زرخیز بنانے کے امکانات بہت ہیں۔ قوم سبا نے اس سے بھی پورا فائدہ اٹھایا اور شہر مارب میں ایک زبردست بند بنایا جس سے وہ ایک بڑی وادی کا پانی روکتے تھے اس پانی سے ملک کے تقریباً تین سو مربع میل علاقے کی آب پاشی کی جاتی تھی یہ چپ و راست دو قطعے تھے جن میں انواع و اقسام کے میوے اور خوشبودار درخت پیدا ہوتے غالباً اسی کی طرف قرآن مجید میں اشارہ ہے:۔

جنتان عن یمین وشمال کلوا من رزق ربکم واشکروا لہ بلدۃ طیبۃ ورب غفور

تجارت اور زراعت کے ان دونوں ذریعوں سے سبا بڑی دولت مند اور ترقی یافتہ قوم بن گئی اور بڑی شان و شوکت سے اُس نے حکومت کی، قرب و جوار میں اس کا بڑا شکوہ و دبدبہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی پے بہ پے نافرمانی کے نتیجہ میں اس قوم سے اس کی نعمتیں سلب کر لی گئیں یہ قوم مذہباً آفتاب پرست تھی تجارت کی باگ ڈور اس کے ہاتھ سے نکل گئی اور تجارت پر ایسے لوگوں کا قبضہ ہو گیا جنھوں نے تجارتی قافلوں کو یمن کی خشکی سے گزارنے کے بجائے یمن کے سامنے کے سمندر سے گزارنا شروع کر دیا ادھر ان کا بند بھی ٹوٹ گیا اس سے نہ صرف یہ کہ یہ ذریعہ ختم ہو گیا بلکہ سیلاب سے بڑی تباہی آئی اور تقریباً برباد ہو گئے، ان کی بہت سی نسلوں کو جزیرۂ عرب کے دوسرے حصوں میں رزق کی تلاش میں پھیلنا پڑا حتیٰ کہ عربی میں مثل بن گئی: تفرقوا ایدی سبا، ان کے بند کی تباہی کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے:

فأعرضوا فأرسلنا علیھم سیل العرم وبدلناھم بجنتیھم جنتین ذواتی أکل خمط وأثل وشیء من سدر قلیل ذلک جزیناھم بما کفروا وھل نجازی الا الکفور

یہ وہ نسل تھی جو سبا کہلائی ورنہ سبا کے دو بیٹے جن کی نسلوں ہی کو بعد میں قحطان کہا گیا وہ کہلان اور حمیر ہیں، ان میں سب سے زیادہ قحطانی قبائل کہلانی شاخ سے ہیں، تھوڑے قحطانی قبائل حمیر کی شاخ سے ہیں اور قوم سبا کے بعد یمن کے باشندے انھیں دونوں شاخوں کے قحطانی قبائل ہیں اللہ میں حمیر اور حمیر کی اولاد میں تبع کی شاخ یمن کے بادشاہوں کی شاخ ہے۔ ان کے علاوہ سبا کے بنی اعمام یمن کے مشرقی جانب آباد تھے، ان کا نام حضرموت تھا۔

سیرت

مولانا سید محمد علی مونگیری

(بانی ندوۃ العلماء)

انشا: محمد الحسنی

ملنے کا پتہ: البعث الاسلامی و تعمیر حیات

ندوۃ العلماء کے تخیل اور نصب العین، اس کے کردار، اس کی خدمات و خصوصیات اور اس کے بانی و اولین رہنما کے سوانحیات اور حالات و کمالات سے واقفیت کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بہت ضروری ہے

سوا چار سو صفحات، معیاری کتابت و طباعت مجلد مع گرد پوش

قیمت چھ روپے

مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

ایک دن خونِ شہیداں رنگ لائے گا ضرور

مولانا محمد ثانی حسنی

لے ہی پہونچا مجھ کو آخر آج قلبِ ناصبور قتل گاہ روڑکیلا مشہد جمشید پور
عبرتوں کا تھا مُرقع ذرہ ذرہ خاک کا حسرتیں چھائی ہوئی تھیں ہر طرف نزدیک و دور
غم میں ڈوبی تھی فضا آب و ہوا مسموم تھی رنج میں خاموش بیٹھے تھے درختوں پر طیور
رہگذر سہمی ہوئی تھی قافلے بھٹکے ہوئے لاشۂ بے جان کچھ تھے اور کچھ زخموں سے چور
چپہ چپہ پر بنے تھے خون کے نقش و نگار قتل و غارت کی تھی کندہ داستاں بین السطور
ایک ذرۂ خاک کا با چشم نم گویا ہوا ہے نوا میری سراپا درد اے مردِ غیور
جس زمیں کا میں ہوں ذرہ وہ ہے کتنی بدنصیب گود میں اس کے ہوئے ہیں قتل کتنے بے قصور
کیا جوانِ صف شکن اور کیا ضعیفِ ناتواں اور کیا معصوم بچے خورد سال و بے شعور
پھول جیسے جسم شعلوں کے حوالے ہو گئے عصمتوں کے آبگینے تک ہوئے اُف چور چور
ہو گئے گم قہقہے آہ و بکا میں ڈوب کر دھوکا ہوتا تھا کہ برپا ہو گیا شور نشور
ظلم وہ حیوانیت بھی سر جھکائے شرم سے بربریت جس پہ دل ہوں خود درندوں کے نفور
عہد حاضر کی ترقی؟ حال تو اس کا نہ پوچھ آگیا اب آدمی کی آدمیت میں فتور!!
اے مسلماں تیرے دل سے ایک کرتا ہوں سوال اس تباہی میں نہاں پوشیدہ ہے کس کا قصور؟
اس ہلاکت پر بھی محوِ خواب ہے تیری خودی آنکھ تیری نم نہیں ہے دل ہے تیرا بے حضور
کارواں تیرا لٹا احساس بھی رخصت ہوا آج تیری ہر ادا سے ہے فلاکت کا ظہور
ہے ضرورت آج تجھ کو جرأت رندانہ کی پیکر عزم و یقین بن توڑ باطل کا غرور
آتش نمرود بنتی ہے گلستان خلیلؑ جبکہ ہوتا ہے دلوں میں جلوہ گرایماں کا نور
ہو گیا جو نذر شعلوں کے چمن تو کیا ہوا پھر تر و تازہ انھیں شعلوں سے ہو گا نخل طور

جا نہیں سکتا کبھی بھی خون ناحق رائیگاں
ایک دن خون شہیداں رنگ لائے گا ضرور

اسلامی جہاد اور اسکی حقیقت

مجاہدین اسلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب

حبیب الرحمٰن ندوی

مسند احمد کی روایت میں مذکور ہے کہ ایک دن آپؐ نے خطبہ دیا اور فرمایا:

انکم تقولون لا عدو. وانکم لن تزالو تقاتلون حتی یأتی یأجوج ومأجوج عراض الوجوہ صغار العیون صھب الشعاف ومن کل حدب ینسلون کان وجوھھم المجان المطرقۃ (مسند احمد)

(ترجمہ) تم کہتے ہو اب دشمنان اسلام نہیں رہے گویا فریضۂ جہاد ختم ہو گیا حالانکہ یہ غلط ہے تم برابر جہاد کرتے رہوگے یہاں تک کہ یاجوج و ماجوج نکل آئیں جن کے چہرے چوڑے ہونگے اور جن کی آنکھیں چھوٹی ہونگی بال بھورے سرخی مائل ہوں گے ہر بلندی سے کودتے پھاندتے آئیں گے ان کے چہرے ایسے ہوں گے جیسے تہہ بتہہ ڈھالیں ہوں۔

اسلامی جہاد کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے چند آیات قرآنی ملاحظہ ہوں۔

مالکم لا تقاتلون فی سبیل اللّٰہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا ۝ الذین امنوا یقاتلون فی سبیل اللّٰہ والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت فقاتلوا اولیاء الشیطان ان کید الشیطان کان ضعیفا ۝ (النساء)

(ترجمہ) مسلمانو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد نہیں کرتے حالانکہ کتنے بے بس مرد عورتیں اور بچے ہیں جو ظالموں کے ظلم سے عاجز آکر فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا ہمیں اس بستی سے نکال جہاں کے باشندوں نے ظلم پر کمر باندھ لی ہے۔ اپنی طرف سے کسی کو ہمارا کارساز بنا دے اور کسی کو ہماری مدد کے لئے کھڑا کر دے جو لوگ ایمان رکھتے ہیں تو ان کا لڑنا اللہ کی راہ میں ہوتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں۔ پس تم ایمان رکھتے ہو تو چاہئیے کہ شیطان کے حمایتیوں سے لڑو انکی .. طاقت و کثرت کی کچھ پرواہ نہ کرو کیونکہ شیطان کا مکر دیکھنے میں کتنا ہی مضبوط کیوں نہ دکھائی دے وہ حق کے مقابلے میں کبھی جیتنے والا نہیں۔

ظاہر ہے حق و انصاف کی حمایت میں اگر جنگ کرنے کی اجازت نہ دی جاتی تو دنیا فتنہ و فساد کی آماجگاہ بن جاتی۔ مذکورہ آیت میں مسلمانوں کو جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے مگر اس لئے نہیں کہ دوسروں پر چڑھ دوڑیں اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کریں بلکہ صرف اس لئے کہ مظلوموں اور بیکسوں کی حمایت کریں اور انھیں ظالموں کے پنجے سے نجات دلائیں چنانچہ ایک دوسری جگہ کہا گیا ہے۔

واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللّٰہ وعدوکم وآخرین من دونھم لا تعلمونھم اللّٰہ یعلمھم۔ وما تنفقوا من شیء فی سبیل اللّٰہ یوف الیکم وانتم لا تظلمون وان جنحوا للسلم فاجنح لھا وتوکل علی اللّٰہ انہ ھو السمیع العلیم ۝ (انفال)

(ترجمہ) جہانتک تمہارے بس میں ہے سامان جنگ اور ہمیشہ تیار رہنے والے گھوڑے مہیا رکھو۔ کیونکہ اسطرح مستعد رہ کر تم اپنے دشمنوں پر اپنی دھاک بٹھائے رکھوگے۔ نیز ان لوگوں کے سوا اوروں پر بھی تمہاری دھاک بیٹھی رہے گی جن کی تمہیں خبر نہیں ہے مگر اللہ انھیں جانتا ہے۔ یاد رکھو اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی تم خرچ کروگے وہ تمھیں پورا پورا مل جائے گا اور تمہاری حق تلفی نہ ہوگی اور دیکھو اگر دشمن صلح کی طرف جھکیں تو چاہئے کہ تم بھی اس کی طرف جھک جاؤ اور ہر حال میں اللہ پر بھروسہ رکھو۔ بلاشبہ وہی ہے جو سب کی سنتا اور سب کچھ دیکھتا ہے۔

ایک جگہ اور ارشاد ہوتا ہے:-

وقاتلوا فی سبیل اللّٰہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللّٰہ لا یحب المعتدین۔ واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل ۝ (البقرۃ)

(ترجمہ) اور دیکھو جو لوگ تم سے لڑائی لڑ رہے ہیں چاہئیے کہ اللہ کی راہ میں تم بھی ان سے لڑو۔ البتہ کسی طرح کی زیادتی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا (اعلان جنگ کے بعد) اب ان ظالموں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور جہاں سے انھوں نے تمہیں نکالا ہے وہاں سے تم بھی انھیں نکال باہر کرو کیونکہ فتنہ کا باقی رہنا قتل و خونریزی سے بھی بڑھ کر ہے۔

جہاد سے متعلق قرآن میں اور بھی بہت سی آیتیں مذکور ہیں۔ یہاں آیات صرف اس لئے نقل کر دی گئیں کہ جہاد کی اصل حقیقت آپ اچھی طرح ذہن نشین کرلیں۔ اوپر جہاد سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو خطبے نقل کئے گئے ہیں وہ اس قابل ہیں کہ آپ بار بار انھیں پڑھیں اور ان کے معنی و مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کریں کیونکہ خدا کا وعدہ: وعد اللّٰہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا ۝ اسی وقت پیدا ہوگا جبکہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں گے اور اپنی انفرادی زندگی کے ساتھ ساتھ اپنی اجتماعی اور جماعتی زندگی کو بھی اسلامی سانچوں میں ڈھالنے کی کوشش کریں گے۔

افسوس جہاد فی سبیل اللہ کا وہ سبق جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا ہم نے اپنی نگاہوں سے اوجھل کر دیا ہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ ہم ذلت و خواری کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ اپنی حالت زار پر اگر غور بھی کرتے ہیں تو اس سے زیادہ ہمارے ذہن میں کوئی بات نہیں آتی کہ مسجدوں اور مدرسوں کی خام اور نیم پختہ عمارتوں کو گرا کر اس کی جگہ دوسری اونچی، شاندار اور آرام دہ عمارتیں کھڑی کرلیں یا زیادہ سے زیادہ چند واعظین کو بلا کر.... وعظ و پند کی دو تین مجلسیں منعقد کرالیں اسلام نے مسلمانوں کو کیا مقام عطا کیا ہے وہ کیوں آج ذلیل و خوار ہیں اور

(بقیہ ص ۱۲ پر)

نواب سید نورالحسن خان صاحبؒ

: قاری رشید الحسن الحسینی :

مخدوم مکرم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی دامت برکاتہم کے والد ماجد حضرت مولانا سید عبدالحی صاحب قدس سرہ العزیز اور میرے جد امجد حضرت مولانا نواب سید نورالحسن صاحب بن نواب سید صدیق حسن خاں صاحب نور اللہ مرقدھما دونوں حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان سے بیعت تھے اور ان دونوں بزرگوں کو ایک دوسرے سے جو تعلق اور محبت تھی اس کی مثال اس دور پر فتن میں ملنی بہت دشوار ہے۔ یہ دونوں حضرات "الحب فی اللہ" کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ جس کی حدیثوں میں بہت تعریف آئی ہے، ایک روایت کا مفہوم یہ ہے کہ اس دن جبدن کہ سوائے عرش الٰہی کے سایہ کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا، ایک دوسرے سے اللہ کے لئے محبت رکھنے والوں کو بھی اس سایہ کے نیچے جگہ دی جائے گی۔ اور آج کل کی محبت تعلق اور دینداری کا تو وہ حال ہے جو کسی عربی شاعر نے کہا ہے کہ:

اذا ما الناس جربھم لبیب
فانی قد اکلتھم وذاقا
فلم ار ودھم الا خداعا
ولم ار دینھم الا نفاقا

جب میرے دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت مولانا عبدالحی صاحبؒ اکثر میرے والد ماجد حضرت سید نجم الحسن صاحب مدظلہ العالی سے فرمایا کرتے کہ: نورمیاں کے بعد زندگی کا مزہ جاتا رہا۔ والد صاحب نے ایک مرتبہ فرمایا کہ: جس رات میاں کا انتقال ہوا ہے اسی کی شام کو مجھ سے فرمایا کہ: لڑکے! مولانا عبدالحی صاحب کو بلاؤ۔ والد صاحب مولاناؒ کے پاس تشریف لئے اور دادا صاحبؒ کا پیغام ان کو پہونچایا۔ مولاناؒ اسی وقت تیار ہو گئے، اور والد صاحب کے ساتھ بھوپال ہاؤس گھسیاری منڈی پہونچ گئے۔ دادا صاحبؒ نے سب کو اس کمرے سے اٹھوا دیا اور تھوڑی دیر تک تخلیہ میں مولانا عبدالحی صاحبؒ کے ساتھ رہے، اس کے بعد مولانا واپس اپنے دولت کدہ تشریف لے گئے دادا صاحبؒ کے انتقال کے بعد میرے والد ماجد مدظلہ نے حضرت مولانا سے دریافت کیا کہ اس دن میاں نے آپ سے تخلیہ میں کیا گفتگو فرمائی تھی؟ مولاناؒ نے فرمایا کہ جب میں گیا تو نورمیاں نے میرا دایاں ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیا اور فرمایا کہ: مولانا آپ گواہ رہئے میں کلمہ پڑھتا ہوں، اس کے بعد کلمہ طیبہ پڑھا اور پھر فرمایا کہ: کل قیامت کے دن آپ گواہی دیجئے گا کہ میں کلمہ پڑھتا ہوا اس دنیا سے رخصت ہوا ہوں ؎

وعدۂ وصل چوں شود نزدیک
آتش شوق تیز تر گردد

یداری ھواہ ثم یکتم سرہ
ویخشع فی کل الامور ویخضع

مخدوم مکرم حضرت مولانا علی میاں مدظلہ العالی نے کئی بار اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقولہ کہ نورمیاں جس کرسی پر بیٹھ جاتے ہیں اس میں نور آجاتا ہے۔ میرے سامنے نقل فرمایا۔

اوپر جو واقعہ میں نے تحریر کیا ہے وہ جمعرات کے دن شام کے وقت پیش آیا تھا اور اسی رات کو تقریباً ۱۲ بجے دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال فرمایا انتقال کی کیفیت بھی بہت ہی عجیب و غریب بلکہ نادر و کمیاب ہے جو حسب ذیل ہے:

نمی دانم کہ آخر چوں دم دیدار می رقصم
مگر نازم باں ذوقے کہ پیش یار می رقصم

مجھ سے والد صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا کہ جب تمہارے دادا (نواب سید نورالحسن صاحب نوراللہ مرقدہ) کو مرض وفات لاحق ہوا تو میں اور تمہاری پھوپھی مرحومہ تیمارداری کے ذمہ دار تھے۔ ہم دونوں زیادہ وقت والد صاحب مرحوم کے پاس ہی گذارا کرتے تھے، رات میں نو بجے تک تو وہ سب ہی کو رخصت کر دیتے تھے۔ جس رات وہ رفیق اعلیٰ سے ملنے والے تھے اس رات کو بخار سے مچھلی کی طرح تپ رہے تھے غالباً ۱۰۰ درجہ بخار تھا۔ تمہاری دادی صاحبہ مرحومہ اور تمہارے چچا وغیرہ تقریباً ۱۱ بجے تک جاگتے رہے لیکن بالآخر وہ بھی سو گئے اب میں اور تمہاری پھوپھی ہی قریب میں متفکر بیٹھے تھے جب بارہ کا گھنٹہ بجا تو والد صاحب نے بیہوشی سے چونک کر آنکھ کھول دی اور مجھ سے دریافت فرمایا کہ: لڑکے! کیا بجا ہے؟ میں نے اس خیال سے کہ وہ باوجود اپنی طبیعت کی انتہائی خرابی کے ہم کو رخصت کر دیں گے اور میں ایسی حالت میں ان کو تنہا چھوڑنا نہ چاہتا تھا میں نے عرض کیا کہ: نو بجے ہیں، فرمایا اچھا، اس کے بعد پھر ان پر غشی طاری ہو گئی۔ تھوڑی دیر نہیں گذری تھی کہ ایسا معلوم ہوا کہ گویا ان کی پیشانی سے ایک چاند نکل رہا ہے تمہاری پھوپھی نے اپنی اوڑھنی کے کونے سے اس کو صاف کرنا چاہا تو وہ روشنی غائب ہو گئی اور پھر پیشانی اسی آب و تاب سے چمکنے لگی ؎

از سر بالین من برخیز اے ناداں طبیب
دردمند عشق را دارو بجز دیدار نیست

اسی عالم میں تھوڑی دیر اور گذری تھی تمہارے دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بخار سے تپ رہے تھے اور ان پر کامل غشی طاری تھی کہ اچانک ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی باآواز بلند کلمہ پڑھ رہا ہے میں نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا کچھ بھی نظر نہ آیا اور کلمہ کے ورد کی آواز آتی رہی اب میں تمہارے دادا صاحب کی طرف متوجہ ہوا اور ان کے منھ کے قریب اپنا کان لے گیا تو دیکھا کہ منھ بند ہے اور بالکل صاف ان کے قلب سے کلمۂ طیبہ کے ورد کی آواز آرہی تھی اسی حالت میں... تھوڑی دیر اور گذری اور اس کے بعد ان کی روح اس جسد خاکی کو چھوڑ کر عالم بالا کی طرف پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؎

تو نیز ہم مباش کہ رنداں بادہ خوار
ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

والد صاحب مدظلہ نے ارشاد فرمایا کہ: الایمان تصدیق بالقلب واقرار باللسان۔ کے معنی اسی وقت سمجھ میں آئے ؎

حضوری گر ہمیں خواہی ازو غافل مشو حافظ
متی ما تلق من تھوی دع الدنیا واھملھا

سیاہی دل کن کہ دیا ہے بہ ازیں نیست
در یاد خدا باش کہ کارے بہ ازیں نیست

از کثرتِ عدایہ "نتواں یافت خدارا
درصحف دل میں کہ کتابے براز یں نیست

ارادہ تو یہی تھا کہ بس دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعۂ وفات تحریر کروں لیکن بات چل نکلی تو سوچا کہ ان کی اور حضرت مولانا عبدالحی صاحبؒ کی محبت اور تعلق کا ذکر بھی کروں ـــــ اس کے لئے حضرت مولاناؒ کی تحریر سے بڑھ کر اور کوئی دلیل نہیں ہو سکتی اس لئے مناسب سمجھا کہ خود مولاناؒ ہی کی تحریر پیش کر دوں۔ حضرت مولانا سید عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ گل رعنا میں حضرت خواجہ میر دردؒ کے تذکرہ میں جب ان کی تصنیفات کا ذکر فرمانے لگے تو تحریر فرمایا کہ:

"میرے عزیز دوست نواب نورالحسن خاں مرحوم نے اپنی حسن عقیدت سے یہ سب کتابیں چھپوا دی ہیں۔"

پھر نواب سید نورالحسن خاں صاحبؒ کے نام پر نمبر ڈال کر حاشیہ میں یوں رقمطراز ہوتے ہیں:

"یادش بخیر نواب نورالحسن خاں مرحوم امیرالملک والاجاہ نواب سید صدیق حسن خان بہادر کے بڑے بیٹے جمال الدین خاں مدارالمہام بھوپال کے نواسے، نانا کی طرح عالی حوصلہ، فیاض، سیر چشم اور اپنے والد کی مانند ذہین، ذکی، قوی الحفظ اور سریع الادراک تھے ۱۲ رجب ۱۲۷۸ھ کو بھوپال میں پیدا ہوئے، اپنے والد ماجد و دیگر علماء و محدثین سے علوم آلیہ و عالیہ کی تحصیل کی افتخار الشعراء حافظ جان محمد خاں شہیرؔ سے مشق سخن کی۔

ایک مدت تک اپنے والد اور نواب شاہجہاں بیگم والیہ بھوپال کے سایۂ عاطفت میں نہایت عیش و آرام کی زندگی بسر کی، بچپن سے مزاج میں بے تعلقی اور وارستگی تھی، جمال الدین خان بہادر کے بعد نواب شاہجہاں بیگم مرحومہ نے چاہا کہ ان کو مدارالمہام مقرر کریں مگر اس کو منظور نہیں کیا، حقائق و معارف کے دلدادہ تھے، مطالعہ یا مذاکرہ میں صرف اوقات کو پسند کرتے تھے۔

نواب شاہجہاں بیگم کے انتقال کے بعد لکھنو میں آکر بود و باش اختیار کی اور اسی بے تعلقی اور وارستگی میں زندگی بسر کر دی، آخری زمانے میں گوناگوں امراض میں مبتلا ہو جانے خصوصاً اختلاج قلب اور خفقان کی وجہ سے کاوش فکر کی عادت جاتی رہی مگر اس پر بھی تھوڑے تامل کے بعد نہایت آبدار شعر کہہ لیتے نغز نویس ایسے تھے کہ جب بیٹھ جاتے جزو دو جزو ایک جلسہ میں لکھ ڈالتے، نغز نویسی کے ساتھ شیریں قلم بھی تھے اور ان دونوں باتوں میں اپنے والد نامدار کی یادگار تھے، ذہن نہایت سلیم تھا، حافظ کی یہ کیفیت تھی کہ تیس پینتیس برس پہلے حدیث شریف کی کتابیں پڑھی تھیں مگر موقع آجاتا تو متن اور اسناد کے ساتھ روایت پیش کر دیتے۔

فیاضی اور سیر چشمی میں اپنے نانا کی نظیر تھے امیر فقیر، بچہ، بوڑھا، جو آتا اس کو کچھ دیئے بغیر نہ رہتے اور دیتا بھی وہی جو اُس کے مناسب حال ہو، اور دیتے بھی اس طرح کہ ایک ہاتھ سے دیں اور دوسرے کو خبر نہ ہو، ان کے بچوں کو معلوم نہ تھا کہ بیوی کو کیا دیا اور بیوی کو معلوم نہ تھا کہ بیٹی کو کیا دے آئے، اسی پر باہر والوں کو قیاس کرو۔

بڑی خصوصیت ان کے دینے کی یہ تھی کہ اس طرح سے دیتے تھے کہ لینے والے کو شرمندگی ہوتی اور اس کو بغیر لئے نہ بن پڑتا۔ دینے کی اور کوئی تدبیر نہ بن پڑتی تو جس کسی کو کچھ دینا ہوتا تو اس کی کسی شکستہ اور بوسیدہ چیز کی تعریف کرتے اور کہتے کہ یہ مجھے بہت پسند ہے میری فلاں چیز سے بدل لیجئے، وہ کہتا بدلنے کی کیا ضرورت ہے آپ اس کو یوں ہی قبول فرمایئے تو اس کو نہ مانتے اور بدل کر چھوڑتے اور اس کو دوسرے وقت کسی اور حاجتمند کو دے دیتے۔

دسترخوان وسیع تھا، اور مزیدار کھانوں کے تیار کرانے کا شوق تھا، اپنے باورچی خانہ میں ہر روز طرح طرح کے کھانے پکائے جانے کا حکم دیتے، علاوہ اسکے شہر میں جہاں کہیں کوئی ہوشیار رکابدار آجاتا بلا کر اس سے پکواتے، عرب و عجم سے کوئی سیاح آجاتا اُس سے ترکیبیں پوچھتے اور پکانے کی فرمائش کرتے اور بے تکلف دوستوں کو مدعو کر کے خود بہت کم کھاتے مگر دوسروں کو اصرار کر کے کھلاتے۔

مرنے سے تقریباً پندرہ برس پہلے مجھ سے شناسائی ہوئی اور وہ یوماً فیوماً اتنی بڑھی کہ ان کو بغیر مجھ سے ملے چین نہ آتا، ہر روز ایک دو بار خود تشریف لاتے اور گھڑیوں بیٹھتے اور اس فکر میں رہتے کہ مجھ کو اپنے ساتھ لے جائیں۔

گھر میں اگر کسی کو چھینک بھی آگئی اور ان کو معلوم ہو گیا تو فوراً تشریف لاتے اور کہتے کہ فلاں مریض کو دکھانا ہے، وہاں پہونچتا تو اکثر ایسا ہوتا کہ علمی اذکار یا کھانے پینے کے شغل میں سارا وقت کٹ جاتا اور کسی مریض کے دیکھنے کی نوبت نہ آتی۔ اور کچھ بہانہ نہ ملتا تو حسب معمول مطب میں بیٹھ جاتے جس وقت بیٹھ جاتی کہتے میں نے فلاں کتاب نئی منگوائی چل کر دیکھو یا میں نے تمہارے لئے خاص کر فلاں فلاں قسم کے کھانے پکوائے ہیں، غرضکہ ہر روز کوئی نہ کوئی بہانہ لے جانے کا تلاش کر لیتے، مگر باوجود اس کے کہ ہر وقت یکجائی رہتی دور باش اور ادب کا رکھ رکھاؤ اخیر وقت تک اتنا قائم رکھا جس سے زیادہ تصور میں نہیں آسکتا، میں ان سے عمر میں چھوٹا اور فضیلت علمی میں کم پایہ تھا مگر محبت کا قانون سب سے نرالا قانون ہے خدا جانے کیوں وہ میرا ادب کرتے تھے، گاڑی میں کبھی میرے پاس نہیں بیٹھے، مکان میں تکیہ سے لگ کر نہیں بیٹھے، میرے سامنے کبھی ننگے سر نہیں بیٹھے، کبھی لیٹے نہیں، کبھی بغیر سہارے بیٹھے بیٹھے تھک جاتے تو دوسرے کمرہ میں چلے جاتے وہاں تھوڑا سا آرام کر کے پھر آکر بیٹھ جاتے، مرض الموت میں بھی باوجود شدت تنفس کے جس وقت میں جاتا گھبرا کر اٹھنے کی کوشش کرتے اور خود نہ اُٹھ سکتے تو آدمیوں کو حکم دیتے کہ وہ اُٹھا کر بٹھا دیں، میں نے ہر چند کوشش کی کہ اس وضعداری کو اب ترک کر دیں مگر نہیں مانا، صرف اُس وقت لیٹے جبکہ سکرات کی حالت میں اٹھ نہ سکتے تھے اور حیف صد ہزار حیف کہ یہ گنج خوبی ۸ محرم ۱۳۳۶ھ کو پیوند زمین ہو گیا۔

مرحوم کو خواجہ میر دردؒ سے بہت عقیدت تھی ان کی تصنیفات جہانتک مل سکیں، نالۂ درد، آہ سرد سوز دل، شمع محفل ایک مجموعہ میں، علم الکتاب جو مجلد ضخیم ہے، دیوان فارسی اور مجموعہ رباعیات فارسی اپنے صرف سے، ان کے والد (یعنی خواجہ میر درد کے والد) کی کتاب نالۂ عندلیب دو جلدوں میں سرکار عالیہ بھوپال سے کہہ کر چھپوائیں، ان کے علاوہ دیگر مصنفین کی بھی بہت سی کتابیں چھپوائیں، خود بھی صاحب تصانیف تھے، اردو فارسی کلام کا مجموعہ، طراز عشق اردو شعراء کے کلام کا بہترین مجموعہ اور مجموعہ رسائل تصوف بار بار چھپوا کر تقسیم کی تھیں۔"

(گل رعنا حاشیہ ص ۱۷۲-۱۷۵)

مخدوم مکرم حضرت مولانا علی میاں مدظلہ نے مولانا حبیب الرحمٰن خاں صاحب شیروانی مرحوم کا مقولہ مجھ سے نقل فرمایا کہ: جب شیروانی صاحب نے "گل رعنا" میں نواب نورالحسن صاحبؒ کے بارے میں پڑھا اور یہ بھی کہ "مرنے سے تقریباً ۱۵ سال پہلے مجھ سے شناسائی ہوئی" (بقیہ ص ۱۷ پر)

تھوڑی دیر اہل حق کے ساتھ

یونس نگرامی ندوی

(۱)

علامہ سبکی کا بیان ہے کہ عبداللہ بلتاجی اور شیخ عزالدین بن عبدالسلام کے درمیان بڑی دوستی تھی۔ عبداللہ بلتاجی کا قیام دیہات میں رہتا تھا۔ دیہات سے وہ ہر سال شیخ عزالدین کو کچھ نہ کچھ تحائف ضرور بھیجا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب سال کے آخر میں گاؤں سے ہدیے آئے تو ایک ڈبہ میں پنیر بھی موجود تھا۔ قاصد جیسے ہی قاہرہ میں داخل ہونے لگا تو وہ ڈبہ جس میں پنیر تھا ٹوٹ گیا اور سارا پنیر گر گیا۔ قاصد نے سوچا کہ بہتر ہے کہ اس کے بدلہ پنیر خرید کر اس کی جگہ رکھ دی جائے چنانچہ اس نے ایک ذمی سے پنیر خریدا اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

خود اُس قاصد کی روایت ہے کہ شیخ نے تمام چیزیں تو قبول فرمالیں لیکن پنیر لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میرے دوست سے کہہ دینا کہ چونکہ اس پنیر کے بنانے میں ایک ایسی عورت کا ہاتھ شامل تھا جس کے ہاتھ پہلے سور کے گوشت سے آلودہ رہ چکے تھے اس لئے میں اس تحفہ کو قبول کرنے سے معذور ہوں۔

(طبقات الشافعیہ للسبکی ج ۵ ص ۸۲)

(۲)

انھیں شیخ عزالدین بن عبدالسلام کا ایک دوسرا واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ دمشق میں ایک مرتبہ سخت قحط پڑا۔ ان کی بیوی نے ان کو کچھ روپے دیئے اور فرمایا کہ اس سے کوئی باغ خرید لیجئے۔ شیخ نے وہ روپئے تو لے لئے لیکن باغ خریدنے کے بجائے اُن روپوں کا غلہ خرید کر عوام میں تقسیم کر دیا۔ جب گھر تشریف لائے تو بیوی نے دریافت کیا کہ باغ خرید لیا گیا یا ابھی نہیں؟

شیخ نے ارشاد فرمایا۔ ہاں باغ تو خرید لیا گیا ہے لیکن اس کے پھل اس دنیا میں نہیں بلکہ جنت میں ملیں گے۔ پاکباز بیوی سارا راز جان گئیں اور اپنی خوشی کا اظہار کیا۔

علامہ سبکی نے بتایا کہ شیخ کی رحمدلی اور سخاوت و صدقات کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔

(طبقات الشافعیہ للسبکی ج ۵ ص ۸۳)

(۳)

موجودہ معاشرہ میں نفع خوری، ذخیرہ اندوزی کا مرض تیزی سے پھیل رہا ہے۔ جس کے نتیجہ میں کروڑوں عوام دو وقت کی روٹیوں کو محتاج ہو رہے ہیں۔ غربت و بھوک سے اُن کے جسم ہڈیوں و چمڑوں کا ڈھانچہ معلوم ہوتے ہیں۔ اس بے رحم سماج میں یہ واقعہ دلچسپی سے سنا جائے گا کہ مدینہ منورہ قحط سالی کا شکار ہے ماؤں کی گود کے چھوٹے بچے تک پریشان ہیں۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا جائے۔ کہ اچانک صبح کو پورے مدینہ میں یہ خبر آناً فاناً پھیل گئی کہ حضرت عثمان کے اونٹوں کا ایک قافلہ غلہ سے لدا ہوا آج شام کو مدینہ پہونچ رہا ہے۔ لوگوں کے چہروں پر کچھ اطمینان کی لہر دوڑ گئی ہے کہ شاید غلہ کا بھاؤ کچھ کم ہو۔

مدینہ کے بڑے بڑے بیوپاری حضرت عثمان کے پاس برابر آرہے ہیں کہ اس آنے والے غلہ کا معاملہ چکا لیا جائے حضرت عثمان ان میں سب سے باتیں کر رہے ہیں۔ لیکن ابھی تک کچھ طے نہیں ہو سکا ہے بیوپاریوں کی پریشانی لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہی ہے کہ اگر معاملہ طے نہ ہو سکا تو یہ سنہرا موقع ہاتھ سے نکل جائے گا۔

آخرکار شام کو مدینہ سے باہر غلہ سے لدا ہوا قافلہ پہونچ ہی گیا۔ حضرت عثمان اعلان فرما رہے ہیں کہ مجھ سے ایک بڑے بیوپاری سے بات ہو گئی ہے وہ مجھ کو اس غلہ کا دس گنا فائدہ دینے کو تیار ہے ساتھ ہی ساتھ اس نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ غلہ مدینہ کے عوام میں مفت تقسیم کرا دیا جائے۔ راویوں نے بتایا کہ اونٹوں پر لدا ہوا پورا غلہ حضرت عثمان نے مدینہ کے عوام میں تقسیم کرا دیا منافع خوروں کی تمنائیں اُن کے دلوں ہی میں رہ گئیں چور بازاری کا موقع ہاتھ سے نکل گیا۔ لوگ جان گئے کہ وہ بڑا بیوپاری جس نے حضرت عثمانؓ سے معاملہ کیا تھا کون تھا؟ بھلا اس بیوپاری سے زیادہ فائدہ اور نفع کون دے سکتا ہے؟

بقیہ خطبات نبوی

عزت و سربلندی انھیں کس طرح حاصل ہوگی افسوس کوئی یہ سبق بتلانے والا نہیں۔ وہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات ہیں جو ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ مرد مومن کی نجات تلوار کی چھاؤں میں ہے سرفروشی اور جانبازی کے بغیر قوم مسلم زندہ نہیں رہ سکتی گھروں میں بیٹھے رہنے اور مصیبتوں پر ماتم کرنے سے نہ مصیبتیں ٹلا کرتی ہیں اور نہ کسی کو رتبۂ بلند عطا کیا جاتا ہے۔

(باقی آئندہ)

ہند و پاک کا سب سے پہلا عربی اخبار

الرائد

جو ہر دوسرے ہفتہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی عربی انجمن "النادی العربی" کی طرف سے شائع ہوتا ہے

الرائد پانچ سال سے برابر نکل رہا ہے اور علمی مقالات ثقافتی خبریں، تبصرے، عالم عربی و اسلامی کے مختلف علمی، ثقافتی حالات ملک کے عربی داں حلقہ کے سامنے پیش کرتا ہے۔

صاحب الامتیاز: مولانا محمد رابع حسنی ندوی ادیب اول دارالعلوم ندوۃ العلماء

بدل اشتراک: ہند و پاک سے طلبہ بھر کیلئے ۴/- روپے
غیر ممالک سے " " ۰/- "

دفتر الرائد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو

رسالہ المسلمون

ہندوستان میں

عالم اسلام کا مشہور دینی اور فکری ماہنامہ المسلمون جو اسلام کے پرجوش داعی اور مبلغ ڈاکٹر سید رمضان کے زیر ادارت مرکز اسلامی جنیوا سے شائع ہوتا ہے۔

اب کئی ماہ سے ہندوستان میں بھی اس کے شائقین کے لئے مہیا کیا جا رہا ہے۔ فی الحال سال رواں میں سے العدد الرابع تا العدد الثامن موجود ہیں خواہش مند حضرات ذیل کے پتہ سے طلب فرما سکتے ہیں

قیمت فی شمارہ: ۱/۵۰ علاوہ محصول ڈاک

پتہ

دفتر پندرہ روزہ الرائد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو

چو مرگ آید تبسم برلب اوست

تسنیم الحسن صدیقی ندوی

(۱)

عبداللہ بن مبارکؒ کے مکان پر ہجوم بڑھتا ہی جارہا ہے۔ اژدحام کی شدت سے حقیقت حال کا پتہ چلانا بھی ناممکن ہے، لیکن تھوڑی ہی دیر میں دیکھنے والوں نے دیکھا کہ جو شخص بھی اُن کے مکان سے نکل رہا ہے وہ اپنے ہاتھ میں کچھ نہ کچھ ضرور لئے ہوئے ہے اور پھر لوگوں کو اس میں کسی قسم کا شبہ نہیں کہ آج عبداللہ بن مبارک اپنا تمام مال و اسباب تقسیم کئے دے رہے ہیں ان کے شاگرد و مریدین ان کی اس حرکت سے سخت پریشان ہیں لیکن ہیبت کی وجہ سے روکنے و منع کرنے کی جسارت کوئی نہیں کر رہا ہے، لیکن جب پیمانۂ صبر لبریز ہو جاتا ہے تو مریدین چیخ پڑتے ہیں اور کتنی ملی جلی آوازیں ان کے پردۂ گوش سے ٹکراتی ہیں "آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ جبکہ آپ کے تین صاحبزادیاں ہیں اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کے بعد انکی خبرگیری کرنے والا کوئی نہیں ہے، اور اب آپ کا آخری وقت ہے، عبداللہ بن مبارک بہت ہی سنجیدگی و متانت سے فرماتے ہیں کہ انکے بارے میں میں نے پہلے ہی سوچ لیا ہے اور ان کو اپنے معبود کے سپرد کر دیا ہے، جو صالحین و نیکو کار لوگوں کا کفیل ہے اس کے بعد انھوں نے اپنی نگاہیں دوسری طرف پھیر لیں اور مسکرائے پھر فرمایا، لمثل ھذا فلیعمل العاملون اور اس کے بعد متصلاً ان کی روح جسد خاکی سے پرواز کر گئی۔ (تذکرۃ اولیاء ص ۱۴۲)

(۲)

رابعہ عدویہ موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ اسی اثناء میں وہ اپنی خادمہ کو بلاتی ہیں اور فرماتی ہیں کہ میرے انتقال کی خبر کسی کو نہ دینا، اور جب میں مر جاؤں تو مجھے میرے اس جبہ میں کفن دے کر دفن کر دینا۔ انتقال کے بعد خادمہ نے ان کے حکم پر عمل کیا اور جو کچھ انھوں نے فرمایا تھا ویسا ہی کیا۔

اسی خادمہ کا کہنا ہے کہ ایک سال کے بعد میں نے ان کو خواب میں دیکھا تو وہ زرق برق لباس پہنے ہوئے تھیں، میں نے ان سے سوال کیا کہ آپ کا وہ جبہ کیا ہوا، فرمایا اس کے بدلے میں ہی اللہ تعالیٰ نے یہ لباس عطا فرمایا ہے۔ اس خادمہ نے ان سے پھر سوال کیا کہ آپ دنیا میں نیک اعمال اسی لئے کیا کرتی تھیں، فرمایا کہ نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے عنایت فرمایا ہے کیونکہ وہ مجھ سے خوش ہے۔

(صفۃ الصفوۃ ج ۴ ص ۱۹)

(۳)

ایک شخص ذوالنون مصری سے ان کے مرض وفات میں ان کی خواہش و تمنا دریافت کرتا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اس وقت میری خواہش صرف یہ ہے کہ جس کے سامنے مجھے حاضر ہونا ہے، اگر میں اپنے وجود کو حاضری سے ایک منٹ قبل بھی محسوس کروں تو اس کے حضور میں یہ شعر پیش کروں۔

الخوف امرضنی والشوق احرقنی
والحب اضنانی واللہ احیانی

خوف خداوندی کی وجہ سے میں بیمار پڑ گیا اور شوق دید نے مجھے خاکستر کر دیا اور محبت نے مجھے لاغر کر دیا اور اللہ نے مجھے زندہ کیا۔

اس شعر کے پڑھنے کے بعد ان پر غشی طاری ہو گئی، اور تقریباً ایک دن غشی طاری رہی اس کے بعد جب ہوش آیا تو کسی مرید نے درخواست کی ہم کو وصیت فرمائیے، فرمایا کہ اب میں اپنا قیمتی وقت ان لاطائل باتوں میں ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ کچھ دیر خاموشی رہی اس کے بعد ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، اور اس وقت دیکھنے والوں نے دیکھا کہ ان کی پیشانی پر سبز روشنائی سے یہ عبارت لکھی ہوئی ہے: ھذا حبیب اللہ مات فی سبیل اللہ
ھذا قتیل اللہ مات فی سیف اللہ
(ترجمہ: یہ اللہ کا محبوب ہے جو اللہ کے راستے میں مرا، یہ اللہ کا مقتول ہے جو اللہ کی تلوار سے مرا"

جس وقت ان کا جنازہ اٹھایا گیا اُس وقت آفتاب پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا لیکن ادھر جنازہ اٹھا اُدھر بادل کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اٹھنا شروع ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ جنازہ پر سایہ فگن ہو گئے اور مسلسل اس وقت تک سایہ کئے رہے جب تک کہ تدفین عمل میں نہ آ گئی۔

(تذکرۃ اولیاء ص ۱۰۰)

(۴)

علی بن سہلؒ جو کہ اپنے زمانے کے کبار اولیاء میں شمار کئے جاتے ہیں "ایک مرتبہ اپنے معتقدین کے حلقہ میں فرمانے لگے کہ میں تم لوگوں کی طرح نہیں مروں گا کہ پہلے بیمار ہوں اور پھر بیماری کا سلسلہ طویل ہو اور تکلیف ہو تب مروں، بلکہ میں تو ایسے مروں گا کہ مجھے بلایا جائے گا اور میں لبیک کہتا ہوا موت کے منہ میں چلا جاؤں گا۔

چنانچہ راوی کا بیان ہے کہ ایک دن وہ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ انھوں نے بآواز بلند کہا لبیک: اور جب مریدوں نے ان کی طرف دیکھا تو ان کی روح اپنے معبود حقیقی سے مل چکی تھی اور وہ اس دار فانی سے کوچ کر چکے تھے۔ (صفۃ الصفوۃ ص ۶۷ ج ۴)

(۵)

حسن بصریؒ کو زندگی بھر کسی نے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا، لیکن جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو وہ مسکرائے اور کئی مرتبہ یہ جملہ ان کے منہ سے نکلا۔ کون سا گناہ؟ کون سا گناہ؟ اور اس کے بعد انھوں نے اپنی جان خالق حقیقی کے سپرد کر دی۔

ان کے انتقال کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا اور ان سے سوال کیا کہ آپ زندگی بھر تو کبھی نہیں ہنسے پھر وفات کے وقت آپ پر تبسم کیوں طاری ہوا: فرمایا کہ جب مجھ پر نزع کی کیفیت طاری ہوئی تو میں نے ایک آواز سنی جو کہہ رہی تھی کہ ان کی جان کو سختی سے نکالو کیونکہ ابھی ایک گناہ باقی رہ گیا ہے اور اس کے بعد ہی میں نے ملک الموت کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ آج تو تمہارے لئے شادی کا دن ہے یہ سن کر میں مسکرایا اور میں نے اپنے گناہ کے بارے میں سوال کیا کہ آخر میرا کون سا گناہ ہے اس کے جواب میں ملک الموت خاموش رہے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۳۱)

دلچسپ معلومات

جب ہوائی جہاز اثنائے پرواز میں کسی خطرہ سے دوچار ہو مثلاً اس کی پٹرول کی ٹنکی میں یا اُسکی رفتار اور بلندی کو بتانے والے میٹر میں یا اس کی لاسلکی مشین میں کوئی معمولی خلل واقع ہو جائے تو اچانک ایک سرخ روشنی پائلٹ کے کمرہ میں جلنے لگتی ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جہاز میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی اور خطرہ درپیش ہے، پائلٹ ایسی صورت میں ہوائی جہاز کو بچانے کی اور اس خطرہ کو دور کرنے کی کوشش میں پوری طرح مصروف ہو جاتا ہے۔

بالکل اسی سے ملتی جلتی ہسپتالوں میں ایک ایسی مشین ایجاد ہونے والی ہے جو مریضوں کے سارے حالات سے ہمہ دم باخبر کرتی رہے گی اور یہ معلوم ہوتا رہے گا کہ اس وقت فلاں مریض کی کیا حالت ہے؟ مثلاً اس کا ٹمپریچر کتنا ہے؟ اس کی قلبی حالت کیسی ہے؟ اس کا مرض کس منزل میں ہے؟ خصوصاً وہ مریض جو خطرناک صورتحال سے دوچار ہوں، ان کے ہر ہر لمحہ کے حالات کا علم اس کے ذریعہ سے ہوتا رہے گا، اس کی صورت یوں ہوگی کہ نرس یا خود ڈاکٹر اس بڑی مشین کے سامنے بیٹھے گا جو مختلف سوئچوں اور الکٹرک آلات سے مزین ہوگی۔

ڈاکٹر یا نرس مشین کے ذریعہ اس مریض کی حالت سے باخبر ہوتا رہے گا۔ جو دور اپنے وارڈ کی چارپائی پر لیٹا ہوگا، یہ مشین آٹومیٹک طریقہ سے مریض کا ٹمپریچر اور اس کی نبض کی کیفیت اس کے بلڈ پریشر ہر چیز کی رپورٹ لحظہ بہ لحظہ بہم پہنچاتی رہے گی اور نرس اس رپورٹ کو قلم بند کر کے ڈاکٹر تک پہنچا دے گی۔ نرس کے لئے یہ بالکل ممکن ہوگا کہ وہ مریض کی ہر ہر کیفیت جو اس مشین پر مرتسم ہو رہی ہے۔ انتہائی دقت نظر کے ساتھ نوٹ کرے۔ چنانچہ مریض کے ٹمپریچر میں ادنیٰ تغیر یا اس کی نبض اور بلڈ پریشر کی کیفیت میں معمولی تبدیلی کا مشاہدہ کرنا نہایت سرعت اور باریک بینی کے ساتھ ممکن ہوگا،

اسی کے ساتھ ساتھ مریض کی تصویر اس مشین کے اندر بنے ہوئے ٹیلی ویژن پر ظاہر ہو جائے گی، اس لئے نگرانی کرنے والی نرس کے لئے یہ بات بالکل آسان ہوگی کہ وہ اپنے کمرہ میں بیٹھی ہوئی مریض کی ظاہری حالت کا اندازہ کرتی رہے اور اس پر جو کیفیات طاری ہوں ان سب کی روشنی میں رپورٹ مرتب کرے، اور اگر حالت خطرناک ہو یا فوری طور پر ڈاکٹر بلانا ہو تو وہ ڈاکٹر کو اپنی جگہ پر بیٹھی ہوئی مطلع کر کے بلا سکے۔

یہ عجیب و غریب مشین جسکا نام "الکٹریکل نرس" رکھا گیا ہے۔ پچھلے دنوں نہر راین کے ساحل پر کولونیا میں ہونے والی ہسپتالوں کی بین الاقوامی نمائش میں وہاں کے عظیم نمائش ہال میں پیش کی گئی، اس نمائش میں دنیا کی ۱۲ حکومتوں سے ۷۷۱ کمپنیوں نے شرکت کی اس میں سب سے زیادہ حصہ لینے والی وہ جرمنی کمپنیاں اور ادارے تھے جو ایک عرصہ دراز سے مریضوں کے علاج کے لئے باریک آلات اور دقیق صنعت کا ساز و سامان تیار کراتے ہیں۔

اس نمائش نے جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے بے مثال سمجھی گئی، اپنا ایک امتیازی نشان قائم کیا جس کا عنوان تھا "صنعت و حرفت اور فن تعمیر طبی علاج کی خدمت میں" اس نمائش کی ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ دنیا کے ہر گوشہ سے بیشمار اطباء اور بڑے بڑے ماہر ڈاکٹر اس میں شریک ہوئے۔

نمائش میں اس "الکٹریکل نرس" کے علاوہ اور بہت سے عجیب و غریب کاریگری کے نمونے والے آلات اور کئی مشینیں دکھائی گئیں جو دنیا کے تمام بڑے ہسپتالوں کا ایک اہم جز متصور ہوتی ہیں، ان آلات اور مشینوں میں اکثر ایسی مشینیں پائی جاتی ہیں جو زیادہ تر بغیر ہاتھ لگائے ہوئے اور خود صفائی کا اہتمام کر سکیں تاکہ کم سے کم ہاتھ لگانے کی ضرورت پیش آئے جو دنیا کے موجودہ ترقی یافتہ ہسپتالوں کا طرۂ امتیاز ہے۔

از خود صفائی کرنے والی ان مشینوں میں سب سے عجیب و غریب ایک ایسی نئی مشین دیکھی گئی جو ایک دن میں تقریباً دس ہزار گز مربع رقبہ کی صفائی بغیر ہاتھ لگائے ہوئے کر سکتی ہے، اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ یہ مشین بیک وقت اور بھی کئی خدمتیں انجام دیتی ہے، مثلاً زمین کو دھوتی ہے پھر اس کو صاف کرتی اور خشک کرتی ہے اس کے بعد اس کو چمکانے اور مزید صفائی پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے، ان تمام خوبیوں کے باوجود زیادہ گراں قیمت بھی نہیں ہے۔ اور نہ اس کے استعمال میں کوئی دقت اور پریشانی ہوتی ہے۔

اسی طرح اس نمائش میں ایسے جھاڑو بھی دیکھے گئے جو بجلی کی مدد سے زمین کی صفائی کا کام انجام دیتے ہیں، ان کی خصوصیت یہ ہے کہ تمام گرد و غبار کو چوس لیتے ہیں اور زمین میں فضا کے ساتھ پھیلے ہوئے ان تمام جراثیم کو مار ڈالتے ہیں جن سے مختلف امراض اور وباؤں کے پھیلنے کا خطرہ ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ ایسی نئی مشینیں بھی نمائش میں دکھائی گئیں جو ہسپتالوں کے باورچی خانوں میں کام کرنے والے ہاتھوں کی جگہ پر استعمال کی جا سکیں گی جدید قسم کے اسٹریچر دکھائے گئے جو مریضوں کو آپریشن روم وغیرہ سے انتہائی آسانی کے ساتھ ان کے وارڈ میں منتقل کر سکتے ہیں۔

بچوں کی ایک ایسی پلنگ بھی دکھائی گئی جو آٹومیٹک طریقہ سے اچھلتے کودتے اور خوشیاں مناتے نظر آتے ہیں کمروں میں داخل ہوتے وقت جوتوں اور پیروں کی صفائی کے لئے ایسے پائے دان جو نہ صرف گرد و غبار صاف کرتے ہیں مگر جراثیم کا بھی خاتمہ کر دیتے ہیں نمائش میں پیش کئے گئے۔

(ح ا ش)

ہندو پاک کا واحد عربی ماہنامہ

البعث الاسلامی

ادارت

محمد الحسنی ، سعید الاعظمی

"البعث الاسلامی" عالم عربی میں وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور وہاں کے دینی حلقوں میں مقبول ہے

۶۰ صفحات ، اعلیٰ طباعت

خوبصورت سرورق

چندہ سالانہ آٹھ روپے

پتہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بقیہ سید خواجہ احمد نصیر آبادی رح

انھیں کے برابر اپنا حصہ بھی لیتے اسی طرح دوسروں کی ضیافت میں بھی جہاں آپ مدعو ہوتے راستہ میں جو مل جاتا اس کو اپنے ساتھ لے لیتے اور اپنے مکان کی طرح اس سے وہی سلوک کرتے۔

آواز بلند و غمناک تھی، قرآن مجید کی تلاوت ترتیل و تجوید سے کرتے، ہر جمعہ میں نیا خطبہ دیتے اور نیا وعظ فرماتے، بجز خدائے عز وجل کے کسی سے نہ ڈرتے، بالجملہ جامع شریعت و طریقت اور حاوی معرفت و حقیقت تھے، ہزاروں آدمی بیعت سے مشرف ہوئے اور تربیت ظاہری و باطنی حاصل کی، کثرت سے علماء نے ظاہری و باطنی فیض حاصل کیا اور خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے، اکثر رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کے اندر خلافت عطا کرنے اور دولت باطنی بخشنے کا معمول تھا جب پورا قرآن شریف ایک رات ہی میں کھڑے ہوکر سنتے دوسری راتوں میں کبھی تراویح اور کبھی تہجد میں اس کی نوبت آتی۔"

حلیہ و لباس رنگ مبارک ترکوں کی طرح سرخ و سفید تھا، داڑھی گھنی اور دراز جس میں کبھی قینچی استعمال نہیں ہوئی، بلند بینی، متوسط چشم، فربہ اندام، دموی المزاج، میانہ قد تھے۔

لباس کرتا اور شرعی پیجامہ تھا جو نیم ساق تک رہتا، کرتے کا چاک آگے کو ہوتا تھا، عمامہ متوسط شملہ کے ساتھ حج کے بعد صدری اور گرمی میں سفید جبہ اور سردی میں سیاہ یا سبز اونی جبہ کشادہ آستین استعمال کرتے تھے عیدین میں کبھی سیاہ عمامہ باندھتے جوان پر بہت ہی زیب دیتا۔

بقیہ نواب سید نورالحسن صاحب

تو فرمایا کہ: مجھ کو اس پندرہ برس کے تعلق پر بڑا رشک آیا، کیونکہ مولانا نے مجھ سے اپنے تعلق کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ "مجھ کو ممدوح الصدر سے تیس برس سے نیاز حاصل ہے" لیکن نواب نورالحسن صاحب کے ذکر میں جو مولانا کا تعلق محبت اور شیفتگی معلوم ہوتی ہے وہ میرے تیس برس کے تعلق کے باوجود نہیں ہے"

ان کی داد و دہش کا اندازہ صرف ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ میرے والد ماجد مدظلہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ دیکھا کہ تمہارے دادا شام کے وقت کبھی میں صرف پجامہ پہنے ہوئے واپس چلے آرہے ہیں، نہ کرتا ہے اور نہ پجامہ ... ٹوپی ہے اور نہ جوتا و اچکن۔ میں نے دیکھا تو میرے کہنے سے پہلے خود ہی فرمایا کہ: لڑکے! ایک غریب ضرورت مند راستہ میں مل گئے تھے، میں نے اپنی سب چیزیں ان کو دیدیں میرے پاس اور ہیں میں پہن لوں گا، والد صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ: میاں! یہ تو بہت برا معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا: میں ابھی دوسرے کپڑے پہنے لیتا ہوں، غرضکہ آئے دن وہ اسی طرح کار خیر میں پیش پیش رہا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے آگے وہ کسی بات کی نہ شرم فرماتے تھے اور نہ پرواہ ؎

عشق چوں خام است باشد بستۂ ناموس و ننگ
پختہ مغزان جنوں را کے حیا زنجیر پاست

جس بشاشت سے بڑے آدمیوں کی دعوت قبول فرماتے تھے اس سے زیادہ بشاشت اور خوشی سے چھوٹے سے چھوٹے آدمی کی بھی دعوت قبول فرما لیتے۔ خاکساری فروتنی اور تواضع گویا ان پر ختم تھی۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مست و سرشار رہا کرتے اور کوئی ایسا عمل نہ فرماتے جو یاد الٰہی سے غافل کردے ؎

جز یاد دوست ہرچہ کنی عمر ضائع است
جز سر عشق ہرچہ بخوانی بطالت است
سعدی بشوئے لوح دل از نقش غیر حق
علمے کہ راہ حق نہ نماید جہالت است

جس طرح حضرت مولانا سید عبدالحی صاحبؒ سے دادا صاحبؒ کو تعلق قلبی تھا اسی طرح حضرت مولانا سید محمد علی صاحب مونگیریؒ سے بھی بہت ہی زیادہ انس و محبت تھی: استاذی المحترم حضرت مولانا سید فضل اللہ صاحب جیلانی مدظلہ العالی سابق صدر شعبۂ دینیات جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد، جو حضرت مونگیریؒ کے پوتے ہیں مجھ سے اکثر فرمایا کرتے کہ: "تمہارے دادا صاحبؒ ہمارے دادا صاحبؒ سے ملنے کے لئے بلاناغہ روزانہ لکھنؤ سے کانپور تشریف لایا کرتے تھے اور تھوڑی دیر بیٹھ کر واپس لکھنؤ تشریف لے جاتے"

غالباً ان دونوں حضرات کے تعلق ہی کا نتیجہ ہے کہ برادر عزیز سید محمد الحسنی صاحب نے جو ... ... عبدالحی صاحبؒ کے پوتے ہیں: سیرت مولانا محمد علی مونگیریؒ لکھی تو اس کے شروع میں یہ دو شعر بغیر یہ جانے کہ یہ کس کے ہیں، تحریر فرمادیے ہیں ؎

در دست نہ تیر ہست، نہ بر دوش کمان است
ایں سادگی دوست کہ بسمل دو جہان است

در مدرسہ از جنبش لعل تو حکایت
در میکدہ از مستی چشم تو نشان است

یہ اشعار دراصل دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی غزل کے ہیں۔ اس کے بقیہ اشعار درج ذیل ہیں، مطلع ہے ؎

آنجا کہ زماں نے اثر کون و مکان است
میخانۂ عشق تو ورائے دو جہان است

در کسوت عصیاں کرم دوست نہانست
زاہد خطِ پیمانۂ ما خطِ امان است

اس کے بعد وہ دو شعر ہیں جو اوپر درج کئے گئے اسکے بعد:

دریاب کہ در یک نظر پیر خرابات
نور شب قدر و برکات رمضان است

بیہودہ بہ سرمی نہ زند گوشہ چشمت
واللہ کہ ایں مشہد صاحب نظران است

حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؒ حضرت گنج مرادآبادیؒ کے خادم خاص نے میرے والد ماجد مدظلہ سے فرمایا کہ ہم سب نے متفقہ طور پر یہ بات طے کی کہ حضرت مولانا صاحبؒ کے متعلقین و مسترشدین میں نورمیاں کا درجہ سب سے بلند ہے۔

یہ چند متفرق و مختصر واقعات تھے جن کا میں نے جستہ جستہ ذکر کیا ورنہ مکمل سوانح حیات کیلئے تو دفتر کا دفتر درکار ہے بہرحال مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ

؎ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

بقیہ ہمت اور صرف ہمت

انھوں نے مصر کے خلاف اس قسم کا منصوبہ بنایا تھا۔۔۔ برطانی حکومت باصرار کہہ رہی ہے کہ اس نے فرانس اور اسرائیل کے ساتھ مصر کے خلاف کوئی سازش نہیں کی تھی بلکہ جب مصر اور اسرائیل کی جنگ سے نہر سوئز میں جہازوں کی آمد و رفت خطرے میں پڑ گئی تو برطانیہ اور فرانس نے محض متحارب فریقین کو چھڑانے اور نہر سوئز کو تباہی سے بچانے کے لئے فوجی کارروائی کی تھی۔

جدید تاریخ کی ان دونوں مثالوں میں ہمارے لئے بڑی نصیحت ہے۔ ایک مثال بتاتی ہے کہ بے ہمتی کس طرح بالکل جائز حقوق سے بھی کسی قوم کو محروم کر سکتی ہے اور دوسری مثال یہ سبق دیتی ہے کہ ایک چھوٹی ملک کئی بڑی طاقتوں کی متحدہ مخالفت کو ناکام بنا سکتا ہے۔ اب ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ہم زندگی کے معرکے میں دونوں میں سے کس مثال کو اپنے لئے نمونہ بنائیں گے۔

پرنٹر پبلشر محمد الحسنی نے ... پریس میں چھپوا کر دفتر تعمیر حیات دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ سے شائع کیا

مسلم صالحین کی کشمکش
اسلامیت اور مغربیت

مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش کی مستند تاریخ
مغربیت کے رجحان کے آغاز و ارتقاء کی کہانی
مختلف ممالک میں تجدد کی تحریکوں کا تاریخی جائزہ
ان کے اسباب و محرکات اور ان کا علاج
مغربی تہذیب کے بارے میں مسلم ممالک کے صحیح رویہ کا تعین
عصر حاضر میں ان کے کردار و پیغام کی تشریح

تالیف: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

کتابت اعلیٰ طباعت فوٹو آفسٹ مجلد قیمت پانچ روپے

ناشرہ مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

تاریخ دعوت و عزیمت حصہ سوم

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء
حضرت مخدوم شیخ شرف الدین یحیٰ منیری
سوانح حیات، صفات و کمالات، تجدید و اصلاح کی کوششیں، خلفاء و متعلقین و مسترشدین کا تذکرہ ...

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

مجلس مشاورت

مولانا محمد اویس ندوی، شیخ التفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء
مولانا محمد اسحاق ندوی، استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء
مولانا ابوالعرفان ندوی، قائم مقام مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء
مولانا معین اللہ ندوی، ناظم شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء
مولانا محمد رابع ندوی، ادیب اول دارالعلوم ندوۃ العلماء

منیجر "تعمیر حیات" شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

قابل توجہ

تعمیر حیات کی قیمت ... اس لئے زیادہ سے زیادہ حضرات مستفید ہو سکیں، ایسی صورت میں ... اہل استطاعت حضرات ... تعمیر حیات کی توسیع اشاعت میں ... اعانت میں حصہ لیں!

معاونین خصوصی سے	250-00
معاونین سے	100-00 50-00
اعزازی خریداران سے	25-00

پاکستان میں چندہ جمع کرنے کا پتہ
مولانا حکیم محمود احمد صاحب
... ندوی ... روڈ کراچی
(مغربی پاکستان)